19 تا 25 اپریل

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

☆ لشکر طیبہ اور عالمی پنجابی کانفرنس۔ چند گزارشات (تجزیہ)

☆ دیوبند کانفرنس کے بعد کرنے کا اصل کام (امیر تنظیم کا خطاب جمعہ)

☆ سودی نظام کے خلاف مظاہرے اور انتظامیہ کی بے حسی

''سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات!''

نظام ربا کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام بشریت کو پیس کر رکھ دیتا ہے۔ اس میں افراد اور معاشرے کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اقوام وملل تباہ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تباہی صرف ان مٹھی بھر لوگوں کے مفاد میں ہوتی ہے جو اس نظام میں روپیہ فراہم کرتے ہیں جبکہ وہ اقوام جو اس نظام کی زد میں آ جاتی ہیں وہ نہ صرف اخلاقی' نفسیاتی اور اعصابی اعتبار سے گر جاتی ہیں بلکہ ان اقوام کا مالی نظام بھی خراب ہو جاتا ہے' اور انسانی اقتصادیات میں مناسب نشوونما نہیں ہو پاتی' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری انسانیت پر حقیقی اور عملی اقتدار چند ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے' جو اللہ کی اس پوری مخلوق میں ذلیل ترین لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ پرلے درجے کے فسادی ہوتے ہیں......

نہ صرف یہ کہ لوگوں کی دولت اس گروہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے بلکہ اس گروہ کو اس معاشرہ میں مکمل اثر ورسوخ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس گروہ کے پیش نظر نہ اصول ہوتے ہیں' نہ وہ کسی اخلاقی نظام کا پابند ہوتا ہے' نہ وہ کسی دین ومذہب پر یقین رکھتا ہے بلکہ وہ مذہب واخلاق اور اصول اور کردار کا مذاق اڑانے میں اپنا پورا اثر ورسوخ استعمال میں لاتا ہے۔ اس خوف ناک اثر ورسوخ کے نتیجے میں وہ ایسے حالات پیدا کرتے ہیں اور ایسے ایسے منصوبے روبعمل لاتے ہیں اور ایسی فکری فضا پیدا کرتے ہیں جس کے اندر رہ کر وہ اس سودی نظام کی وجہ سے عوام الناس کا مزید استحصال کرتے ہیں۔ ان حالات میں ان کی خساست اور لالچ کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور ان کے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسے لوگوں کا بہترین اور آسان طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کو جنسیت اور لذتیت کا خوگر بنا کر انسانی اخلاق اور عفت کو ختم کر کے انہیں شہوات ولذتیت کے گندے نالے میں گرا دیتے ہیں اور پھر عوام الناس اس کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ اپنی آخری کوڑی بھی اس میں صرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی دولت ان کے اقتصادی جال میں پھنستی چلی جاتی ہے......

یہ اندوہناک واقعہ ہمارے' اس دور جدید میں یوں پایہ تکمیل کو پہنچا کہ دور جاہلیت میں بھی وہ ایسی خوفناک صورت میں نہ تھا۔ اس لئے کہ قرون اولیٰ کے سود خور' جو ایک فرد کی صورت میں یا ایک ادارے کی صورت میں ہوتے تھے وہ اس قدر مؤثر نہ تھے' جیسا کہ جدید دور کے بینک اور مالی ادارے کام کرتے ہیں...... سود خوروں کی یہ عالمی تنظیمیں اس اقتصادی نظام کو محض اپنی نہج اور اپنی منشاء کے مطابق چلاتی ہیں اور جب بھی کوئی ان کی منشاء کے خلاف جانے کی کوشش کرتا ہے' یہ ایسے جھٹکے دیتی ہیں کہ ماہرین اقتصادیات کے دماغ درست ہو جاتے ہیں اور وہ اس پورے عالمی نظام کو از سر نو اس مٹھی بھر سود خوروں کی جماعت کے مفادات کے مطابق استوار کر دیتے ہیں۔

(سید قطب شہید کی تفسیر فی ظلال القرآن' ترجمہ سید قطب شیرازی' جلد اول' صفحہ ۴۸۵ سے ایک اقتباس)

از : ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۳)

﴿...... وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ......﴾

''اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

''رزق'' عام طور پر کھانے پینے کی چیزوں کیلئے مستعمل ہے' لیکن حقیقت میں رزق اور نصیب (حصہ) سے مراد ہر وہ چیز' وصف اور امتیازی حیثیت ہے جو انسان کو اس دنیا میں عطا کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے علم' ذہانت' فہم وفراست اور مال و اولاد سمیت تمام دُنیوی اسباب اللہ تعالیٰ کے رزق ہیں جو اس نے اپنے بندوں کو دیئے ہوئے ہیں۔

نَفَقَ ' يَنْفِقُ کے معانی خرچ ہو جانا ہیں۔ باب افعال میں آنے سے یہ لفظ (انفاق) خرچ کرنا' کھپانا' صرف کرنا اور لگا دینا کے معانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت کے اس ٹکڑے میں اگر چہ ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ موجود نہیں ہیں لیکن یہاں ''يُنْفِقُوْنَ'' یعنی خرچ کرنے سے مراد اللہ کے راستے میں اس کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرنا ہے۔ اس لحاظ سے ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ کا ترجمہ ہوگا ''جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے وہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں''۔

ظاہر بات ہے کہ ہر انسان خرچ تو کرتا ہی ہے۔ خسیس اور بخیل لوگ جو مال کو سینچ سینچ کر رکھتے وہ بھی اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے پیسے خرچ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے لوگ اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کرنے میں اسراف و تبذیر سے کام لیتے ہیں اور بعض لوگ اپنی عیش وعشرت اور عیاشی کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس آیت کا مصداق نہیں ٹھہرتے' اس لئے کہ یہاں تو اللہ کے نیک بندوں کا ذکر مدح کے انداز میں ہو رہا ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ضمن میں قرآن مجید میں لفظ زکوٰۃ اور ایتائے مال بھی آئے ہیں' لیکن ان میں سب سے جامع اصطلاح 'انفاق' ہی ہے۔ زیر درس سورۃ کے دو رکوعوں (۳۶'۳۷) میں اس کا ذکر بہت ہی شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے' جن کے مطالعے سے یہ بات نکھر کر اور اجاگر ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے مفہوم میں زیادہ پہلو دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جنہوں نے اپنا سارا مال حضور ﷺ کے مشن پر خرچ کر دیا۔ خاص طور پر آپؓ نے ایسے غلاموں کو بڑی بھاری رقمیں اور منہ مانگے دام دے کر آزاد کرایا جو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ حضرت بلالؓ ان آزاد کردہ غلاموں میں سرفہرست ہیں۔

جہاں تک غربا' محتاجوں اور مساکین پر خرچ کرنے کا تعلق ہے' قرآن مجید میں بار بار بڑے شد و مد کے ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ بھی فطرت صحت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے کہ انسان بھوکے کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اسے کھانا کھلائے۔ سورۃ الماعون کی تیسری آیت ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ میں گویا کسی شخص کی پستی اور فطرت کے مسخ ہو جانے کی بہت بڑی علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ خود بھی بخیل ہے' خود بھی کسی بھوکے کو کھانا کھلانے پر تیار نہیں اور دوسروں کو اس کی ترغیب بھی نہیں دیتا۔

از : چوھدری رحمت اللہ بٹر

جماعتی زندگی کا التزام

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ مَنْ اَرَادَ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ » (رواہ الترمذی)

''حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمانو! تم پر جماعتی زندگی لازم ہے اور بچو (جماعت سے) علیحدگی سے کیونکہ جب انسان اکیلا ہو تو اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ یعنی شیطان دو (جماعت) سے دور رہتا ہے۔ جو شخص بھی جنت کی خوشبو کا طالب ہے اسے چاہئے کہ جماعت کے ساتھ جڑا رہے''۔

اس حقیقت کو آپؐ نے ایک اور فرمان میں یوں فرمایا: ''تحقیق شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کو بھیڑیا پکڑ لیتا ہے ریوڑ سے دور کی بکری کو اور بھاگنے والی کو اور کنارے رہنے والی کو۔ لہٰذا تم بچو پہاڑوں کے دروں سے اور تم پر لازم ہے جماعت کے ساتھ رہنا اور عام الناس کا ساتھ دینا''۔ (احمد)

اسلام چونکہ دین ہے اور دین وہی ہوتا ہے جو غالب اور نافذ ہو اور وہ اس صورت میں ممکن ہے جب مسلمان جماعت کی صورت میں متحد ہوں اور دین کے مطابق جماعتی زندگی گزار رہے ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے موقع پر جماعتی زندگی کی یہی اہمیت تھی جس کے تحت سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع شروع ہوا اور اس کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنا امیر منتخب کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتدفین کی۔ بعد میں یہ صورت جاری رہی کہ مسلمانوں میں اختلافات کے باوجود ایک جماعتی زندگی جاری رہی اور اسلام کا نظام نافذ رہا یہاں تک کہ اس صدی کے شروع میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا اور مسلمانوں کی مملکتیں غیر مسلموں کے قبضے میں آگئیں۔ جو بچے انہوں نے خود دین سے علیحدگی اختیار کر لی۔ گویا وہی حالات ہو گئے جو اسلام سے قبل تھے۔ مسلمانوں کے ذہن سے جماعتی زندگی کی اہمیت نکل گئی اور کفر نے ان کو اپنے رنگ میں ایسا رنگا کہ اسلام مذہب بن گیا۔ اب حال یہ ہے کہ علماء مختلف مسالک میں بٹے ہوئے ہیں اور مذہب کی حد تک اپنے اپنے دائروں میں سختی سے کاربند ہیں لیکن اسلام بطور دین کہیں نافذ اور غالب نہیں ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پھر مسلمانوں کو یاد دلایا جائے کہ وہ جماعتی زندگی اختیار کریں اور باہم مل کر جدوجہد کریں کہ جس کے نتیجے میں زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ کی کبریائی نافذ ہو سکے' وہ صرف جماعتی جدوجہد ہی سے ممکن ہے۔ جماعتی زندگی چھوڑنے ہی کی وجہ سے ہم دنیا میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہیں۔ جماعتی زندگی اسلام کے نزدیک وہی ہے جس میں کسی امیر کے ساتھ سمع وطاعت کا رشتہ ہو اور مسلمان ایک جسد کی صورت میں جمع ہو کر ایک دوسرے کے لئے رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی صورت بن جائیں۔ یہی حقیقت ہے جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ کے ان فرمودات میں ملتا ہے جہاں جماعتی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد 10 شمارہ 13
19 تا 25 اپریل 2001ء
(۲۴ تا ۳۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
معاونین: مرزا ایوب بیگ ، مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ، سردار اعوان
انور کمال میو
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زرتعاون (اندرون پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

فرقان دانش خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیا بلدیاتی نظام ـــــ انقلاب یا سراب؟

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے ڈیرہ مراد جمالی میں نصیر آباد ڈویژن کے نومنتخب کونسلروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''یہاں ۵۲ سالوں سے غریب عوام کو دھوکہ دیا گیا ہے اور ان پر ظلم ہوتا رہا ہے۔ نئے نظام کے ساتھ ملک میں انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب عوام کو غلام بنانے کا دور ختم ہو چکا لہٰذا منتخب نمائندے عوام کے خادم بن کر ان کی خدمت کریں''۔ جنرل صاحب کا یہ ارشاد اس حد تو بالکل بجا ہے کہ اس ملک کے غریب اور مایوس عوام گزشتہ ۵۲ سالوں سے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ نئے بلدیاتی نظام سے ملک میں انقلاب آجائے گا کسی طور درست نہیں۔ صاف گوئی کے لئے مشہور چیف ایگزیکٹو کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انگریزوں کے مسلط کردہ ظالمانہ نظام اجتماعی کے ہوتے ہوئے عوام کو انقلاب کا مژدہ سنانا بھی انہیں دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ ہمارے نزدیک جب تک مروجہ جاگیرداری اور سودی نظام کا مکمل خاتمہ نہیں ہوتا اور ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی جانب ٹھوس اور حقیقی پیش رفت نہیں ہوتی کوئی مثبت تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ بلدیاتی انتخابات میں اکثر و بیشتر روایتی جاگیرداروں اور ان کے نمائندوں کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ ویسے بھی اصولی طور پر اختیارات کی منتقلی کا مجوزہ منصوبہ خصوصی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ لہٰذا موجودہ سماجی' معاشی اور سیاسی ڈھانچہ میں بنیادی تبدیلی لائے بغیر اس کے ذریعے حقیقی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکتا۔

چیف ایگزیکٹو اگر واقعتاً غریب عوام کا درد رکھتے ہیں تو انہیں سبز باغ دکھانے کی بجائے سودی اور جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کی طرف عملی قدم اٹھانا چاہئے۔ سودی نظام کے خاتمے کے لئے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کے فیصلے کو بنیاد بناتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل اور سٹیٹ بینک کی غیر سودی نظام کے قیام کے سلسلہ میں تیار کی گئی رپورٹوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ملک سے سودی نظام کے خاتمے کا دہرا فائدہ یہ ہوگا کہ نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی سود سے بھی نجات مل جائے گی۔

سود کے بعد دوسری بڑی لعنت جاگیرداری ہے جس نے پاکستانی عوام کو غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ جاگیرداری نظام فی الواقع آکاس بیل کی طرح ہے جو مجبوروں کا انتظار کرنے والے پاکستانی عوام کی رگوں میں موجود آخری قطرۂ خون تک نچوڑ لینے کے درپے ہے۔ واقفان حال جانتے ہیں کہ ملک کے ۸۰ فیصد عوام دیہاتوں میں رہتے ہیں جہاں جاگیردارانہ تسلط کے باعث غریب ہاری کسان ان کی مرضی کے بغیر سانس لینے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ اکنامک ڈیویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق وطن عزیز کے ۷ فیصد جاگیردار ۶۳ فیصد زمین کے مالک ہیں جبکہ ۹۳ فی صد کسان صرف ۳۷ فی صد زمین کے مالک ہیں۔ ظلم کے نظام کے خاتمے اور اس فرق و تفاوت کو کم کرنے کے لئے سودی نظام کے ساتھ جاگیرداری نظام کا بھی مکمل خاتمہ ضروری ہے۔

جاگیرداری نظام کے خاتمے کے لئے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی یہ تجویز خصوصی توجہ کی حامل ہے کہ پاکستان کی زمینیں درحقیقت خراجی ہیں اور جو زمین ایک مرتبہ خراجی ہو جائے وہ اسلام کی رو سے عشری ہو ہی نہیں سکتی' چاہے کسی کو مغلوں نے دی ہوں یا انگریزوں نے' کوئی بزور قوت قبضہ کر کے بیٹھ گیا ہو یا کسی نے خریدی ہو۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ وہ ایک بااختیار کمیشن قائم کر کے بالکل نیا بندوبست اراضی قائم کرے اور جن کاشتکاروں کو یہ زمین دی جائے ریاست ان سے خراج لے۔ ان اصلاحات سے اتنا زیادہ ریونیو اکٹھا ہوگا کہ کسی لعنتی ٹیکس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تاہم ڈاکٹر صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر پاکستان کی زمینوں کو عشری تسلیم کر لیا جائے تو بھی جاگیرداری نظام کا خاتمہ ممکن ہے کیونکہ اسلام میں مزارعت حرام ہے' جس پر امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا فتویٰ موجود ہے۔ از روئے اسلام عشری زمین جس کے قبضے میں ہو اسے خود کاشت کرنا ہوتی ہے اور اگر وہ تین سال تک اسے کاشت نہیں کرتا تو اس کا حق ملکیت ختم ہو جائے گا اور یوں موروثی جاگیردارانہ نظام کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔

چونکہ چیف ایگزیکٹو ملک میں انقلاب لانا چاہتے ہیں اور قدرت نے انہیں موقع بھی فراہم کیا ہے لہٰذا وہ آگے بڑھیں اور مذکورہ بالا انقلابی اقدام روبہ عمل لا کر ملک میں حقیقی انقلاب کی داغ بیل ڈالیں۔

دیوبند کانفرنس اور جمعیت علمائے اسلام

مسجد دار السلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۳/ اپریل ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حمد و ثناء' تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا:

گزشتہ ہفتے ۹ تا ۱۱ اپریل پشاور میں منعقد ہونے والی ڈیڑھ سو سالہ خدمات دار العلوم دیوبند کانفرنس بڑی شاندار تھی ۔ گویا یہ فضل الرحمٰن گروپ کا پختون علاقے میں شو آف پاور تھا۔ کانفرنس کی حاضری بلاشبہ لاکھوں میں تھی۔ انتظامات بھی عمدہ تھے' جمعیت علمائے اسلام کے رضاکاروں کے نظم کا مظاہرہ میرے سامنے پہلی بار آیا۔ نظم کے علاوہ اس اجتماع کی نمایاں خصوصیت شائستگی تھی۔ تقاریر بالعموم سنجیدہ تھیں۔ لیکن ان تقاریر سے کوئی لائن آف ایکشن سامنے نہیں آئی۔ جہاں تک جمعیت علمائے اسلام سے باہر کے مقررین کا تعلق ہے ان میں صدر ایران کے سنی مشیر مولانا محمد اسحاق مدنی نے وحدت امت کے موضوع پر گفتگو کی۔ ہندوستان سے آنے والے مقررین میں سے جنہیں میں سن سکا' دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث نے وعظ و نصیحت اور شیخ التفسیر نے دار العلوم کے بانیوں کے مناقب بیان فرمائے۔

جمعیت علمائے اسلام کے تین دھڑے ہیں۔ اس کانفرنس میں فضل الرحمٰن گروپ کے تمام قائدین موجود تھے۔ دوسرا گروپ مولانا سمیع الحق کا تھا' ان کے بھی کچھ مقررین وہاں موجود تھے۔ البتہ تیسرا قادری گروپ وہاں شامل نہ تھا۔ تھانوی گروپ کے نمایاں اشخاص بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ جمعیت کے باہر کے لوگوں کی تقاریر میں نوابزادہ نصر اللہ خان کی تقریر بہت عمدہ تھی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ جمعیت علمائے ہند کے بھی رکن رہے ہیں۔ راجہ ظفر الحق صاحب کو صدر موتمر عالم اسلامی کی حیثیت سے دعوت خطاب دی گئی' انہوں نے بھی عمدہ تقریر کی۔ قاضی حسین احمد صاحب' میں اور جناب حمید گل بھی وہاں موجود تھے لیکن ہمیں دعوت خطاب نہیں دی گئی۔ اگرچہ پریس نے اس بات کو اچھالا ہے' لیکن میرے نزدیک یہ صحیح کیا گیا' تاکہ ایسے اجتماع میں تضادات سامنے نہ آئیں۔

میں نے پچھلے جمعہ اپنے خطاب میں عرض کیا تھا کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے سے پیدا ہونے والے خلاء کو اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں سے پر کیا۔

۱) قرآن کے متن کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا۔

۲) ہر صدی میں مجددین کی آمد کا سلسلہ جاری فرمایا جو دین کو تازہ کرتے رہیں گے۔

۳) امت میں ایک گروہ حق پر ضرور قائم رہے گا۔

اصحاب دین کا اتفاق ہے کہ ایک صدی میں کئی مجدد بھی ہو سکتے ہیں۔ میں نے گزشتہ خطاب جمعہ میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ ہر مجدد کے اعوان و انصار کی جماعت تو حق پر ہوتی ہے لیکن تیسری نسل تک یہ جماعت ایک فرقے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پہلے ایک ہزار برس تک تمام مجددین امت عرب میں آئے۔ دوسرا ہزار سال شروع ہوا تو تجدید دین کا مرکز برصغیر میں منتقل ہو گیا۔ گیارھویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تھے۔ دین الٰہی کا جو فتنہ اکبر اعظم کے ذریعے ابھرا اس کی سرکوبی آپؒ نے فرمائی۔

بارھویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ دہلویؒ تھے۔ آپ نے علمی کام کیا۔

تیرھویں صدی کے مجدد سید احمد بریلویؒ تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھی شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بیعت کی بنیاد پر جماعت بنا کر جہاد کو زندہ کیا تاکہ ہندوستان کو دار الاسلام بنایا جا سکے۔ بظاہر یہ جہادی تحریک ناکام ہو گئی۔ لیکن شاہ اسماعیل شہید کے حوالے سے اہل حدیث تحریک ابھری جو ایک اصلاحی تحریک تھی۔ انہوں نے بدعات کی بیخ کنی میں بہت عمدہ کردار ادا کیا۔ لیکن پھر یہ تحریک بھی ایک فرقے کی شکل اختیار کر گئی۔

دوسرے گروپ نے سید احمد بریلویؒ کے حوالے سے حنفیت' تصوف اور جہاد کے تصورات کو لے کر دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی۔ اس دار العلوم کے پہلے شاگرد محمود حسن اور پہلے استاد مولوی محمود دیوبندی تھے۔ یہ پہلا شاگرد چودھویں صدی کا مجدد اعظم بنا۔ یہ بہت بڑے عالم دین' مجاہد حریت اور بہت زیادہ وسعت نظر کے حامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے گرد عظیم شاگرد جمع ہوئے۔ آپ کی عظمت کی پہچان یہی شاگرد ہیں یعنی علامہ شبیر احمد عثمانی' مولانا عبید اللہ سندھی' مولانا انور کاشمیری' مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ۔

حضرت شیخ الہند کی وسعت نظری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انتہائی بیماری کی حالت میں علی گڑھ کا دورہ کیا اور وہاں اپنے خطاب میں کہا کہ جس غم میں میری ہڈیاں گلی جا رہی ہیں اس کے جاننے والے کالجوں اور اسکولوں میں زیادہ ہیں بہ نسبت مدارس کے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرے مقام پر علماء کے اجلاس میں آپ نے کہا میں نے جیل کی تنہائیوں میں امت کی زبوں حالی کے اسباب پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کا ایک سبب مسلمانوں کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرا سبب ان کے آپس کے اختلافات ہیں۔ (الحمد للہ آپ کی رجوع الی القرآن کی اس تجویز کو لے کر چلنے کی اللہ نے ہمیں توفیق دی ہے)۔ ایک اور موقع پر آپ نے علماء کے سامنے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ مولانا ابو الکلام کو امام الہند مان کر انگریز کے خلاف جہاد کیا جائے۔ اس وقت کے لوگوں نے آپ کی یہ بات نہ مانی اور ویسے بھی آپ کا چند ماہ بعد انتقال ہو گیا' لہٰذا اس تجویز کو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ تاہم مجدد وقت کی بات نہ ماننے کی یہ سزا ملی کہ علماء انتشار کا شکار ہو گئے۔ جمعیت علمائے ہند جو ۱۹۱۹ء میں بنی تھی' اس میں سب مسالک کے علماء شامل تھے' بعد میں یہ صرف علمائے دیوبند کی تنظیم بن گئی اور ہوتے ہوتے کانگریس کا ضمیمہ بن کر رہ گئی۔ جبکہ اس کی کوکھ سے جنم لینے والی جمعیت

> فضل الرحمٰن گروپ کو اللہ نے جو پاور فل بیس عطا کیا ہے' اسے اگر ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کے فریضے کی انجام دہی کے لیے استعمال کریں تو ملک میں اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے

علمائے اسلام بھی مسلم لیگ ہی کا ضمیمہ بن کر رہ گئی اور یوں مسلمانوں کی قیادت علماء کے ہاتھوں میں نہ رہی۔

اب پندرھویں صدی میں جمعیت علمائے اسلام کو کیا کرنا چاہیے؟۔ کیونکہ اس کانفرنس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ جمعیت علمائے اسلام (ف) کا بیس کافی مضبوط ہے خواہ وہ علاقائی ہے۔ میں نہایت خلوص سے انہیں ایک مشورہ دے رہا ہوں' وہ یہ کہ اب ان کے سامنے دو راستے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ ایک فرقہ بن کر آگے سفر جاری رکھیں' اپنے بزرگوں کے گن گاتے رہیں اور اپنے ارادت مندوں کا حلقہ وسیع کرتے رہیں۔ یہ سہولت والا راستہ ہے۔ لیکن اس سے امت کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ یہ ہوگا کہ ان کی سیاسی حیثیت برقرار رہے گی۔

دوسرا راستہ عزیمت کا ہے کہ اللہ نے جو پاور فل بیس انہیں عطا کر دیا ہے اسے یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی انجام دہی کے لئے استعمال کریں۔ اس کے لئے انہیں پہلے حلقہ دیوبند کے علماء کو متحد کرنا چاہئے۔ جمعیت کے تینوں دھڑوں کو ایک ہونا چاہئے۔ اس میں تبلیغی جماعت اور تھانوی گروپ کو بھی شامل کیا جائے۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر جماعت اسلامی' جے یو پی اور اہلحدیث حضرات کو شامل کر کے ۱۹۱۹ء والی جمعیت بنا دی جائے۔ تنظیم اسلامی بھی خادموں کی حیثیت سے ان کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہے۔ پھر یہ متحدہ محاذ انتخابی سیاست سے دور رہتے ہوئے ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کوشش کرے تو چند ہفتوں میں یہاں اسلامی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔

<u>حالات حاضرہ</u>

ہمارے لئے اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا چیف ایگزیکٹو داڑھی اور شعائر اسلامی کی کھلم کھلا توہین کر رہا ہے۔ پہلی جماعت سے انگریزی کی تعلیم کا لزوم اور سکولوں کو نصاب تعلیم کے اختیار میں آزادی بھی دراصل اسلام بیزاری اور ملک کے تعلیمی نصاب کو مغرب زدہ کرنے کا مظہر ہے۔ اسی طرح حکومت نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سی ٹی بی ٹی کا مردہ کھڑا کر کے ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ دوسری طرف بلدیاتی انتخابات میں عورتوں کی ۳۳ فیصد نشستیں مخصوص کرنے کی پالیسی ہی کیا کم اسلام دشمن رویئے کی آئینہ دار تھی کہ اب سپریم کورٹ کے سود کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل کا ایٹم بم بھی گرا دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کے مترادف ہے۔ تاہم اس معاملے کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہماری دینی جماعتیں اس سب کے باوجود اپنی فرقہ وارانہ اور سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر دین کے نفاذ اور تحفظ کے لئے متحد ہونے اور ان اسلام دشمن اقدامات کے خلاف بھرپور تحریک چلانے پر آمادہ نظر نہیں آتیں۔ کاش! میرے پاس مناسب قوت ہوتی اور میں دین کو نقصان پہنچانے والے لوگوں کو روک سکتا۔

<u>پریس ریلیز</u>

سود کا کامل خاتمہ اسلامی انقلاب کے بغیر ممکن نہیں ○ امیر تنظیم اسلامی

ملک سے سود کا کامل خاتمہ مکمل اسلامی انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ تاہم جب تک اسلامی انقلابی کی منزل نہیں آتی اس وقت تک جس قدر بھی سود کی لعنت سے چھٹکارا ممکن ہو حاصل کر لینا چاہئے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد نے بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ''سود کی حرمت'' کے موضوع پر درس قرآن دیتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ سود کی حرمت کے متعلق ہمارے دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ جس شے میں سود کا شبہ بھی ہو اسے ترک کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا اسلام میں مضاربت جائز ہے کیونکہ اس میں سارا نقصان سرمایہ کاری کرنے والے کے حصہ میں آتا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بنک کے سیونگ یعنی پی ایل ایس اکاؤنٹس سود ہی کی شکل ہیں لہذا کسی مجبوری کی صورت میں بھی ان اکاؤنٹس میں جمع پونجی رکھ کر سود سے گزارا کرنا جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ دین کے کسی تقاضے پر کسی وجہ سے عمل کرنا جتنا مشکل ہوتا ہے اتنا ہی اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ملک میں اسلامی انقلاب کا واحد آسان راستہ یہ ہے کہ دینی جماعتیں انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے باہم متحدہ ہوں اور حکم خداوندی کے تحت اولاً نہی عن المنکر باللسان کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے مزاحمتی تحریک شروع کریں اور منظم قوت فراہم ہونے پر نہی عن المنکر بالید کے ذریعے ملک میں نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کریں تو بہت کم عرصے میں یہاں دین قائم ہوسکتا ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ جات سرحد کا سہ روزہ علاقائی اجتماع
۲۷ تا ۲۹ اپریل ۲۰۰۱ء بمقام مرکز تنظیم اسلامی مالاکنڈ شیکولئی تیمر گرہ
میں منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)

(ا) رفقاء اجتماع گاہ میں صبح ۱۰ بجے پہنچنے کا اہتمام کریں تا کہ رجسٹریشن و جمعہ کی تیاری کے لئے مناسب وقت مل سکے۔

(ب) آغاز اجتماع: بروز جمعہ ۱۲ بجے امیر محترم کے خطاب جمعہ سے ہوگا۔

(ج) اختتام اجتماع: بروز اتوار نماز ظہر پر ہوگا۔ (امیر محترم اختتامی خطاب فرمائیں گے)

(د) پہنچنے کے بارے میں ہدایت

(۱) پبلک ٹرانسپورٹ سے آنے والے رفقاء مردان کو پہلی منزل بنائیں اور وہاں سے تیمر گرہ جانے والی گاڑی میں سوار ہو کر تیمر گرہ سے پانچ کلومیٹر قبل شیکولئی یا گرڈ اسٹیشن پر اترنے کا اہتمام کریں۔ جہاں نمایاں مقام پر استقبالیہ کا مناسب انتظام ہوگا۔ (اجتماع گاہ مردان سے ڈھائی گھنٹے' پشاور سے ۴ گھنٹے اور نوشہرہ سے ۳ گھنٹے کی مسافت پر ہے)

(۲) اپنی گاڑیوں پر آنے والے رفقاء اگر چاہیں تو دفتر تنظیم اسلامی سرحد شمالی واقع کنٹونمنٹ پلازہ متصل جی ٹی روڈ نوشہرہ صدر میں رات گزار سکتے ہیں۔ دفتر نوشہرہ میں ۲۷۔ اپریل صبح ۸ بجے تک رہبر موجود رہے گا۔

(۳) ٹرین/ ہوائی جہاز سے آنے والے رفقاء اپنے آمد کی اطلاع ناظم اجتماع کو ۲۳ اپریل تک مہیا کر دیں تا کہ ان کے استقبال اور مقام اجتماع تک پہنچانے کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

(ح) رفقاء و احباب نوٹ کرلیں کہ زر طعام مبلغ =/۱۵۰ روپے ہوگا البتہ اصحاب حیثیت اگر چاہیں تو زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

(و) اجتماع میں شرکت کرنے والے حضرات موسم کے لحاظ سے اپنا بستر ہمراہ لائیں۔ تیمر گرہ میں اپریل کے مہینے میں اوسط درجے کا موسم بلکہ گرمی کی طرف رجحان رہے گا۔

برائے رابطہ و معلومات: میجر (ر) فتح محمد (ناظم اجتماع)' اظہر بختیار خلجی (نائب ناظم)

فون: 0923-610250' 091-214495

لشکر طیبہ اور عالمی پنجابی کانفرنس

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

گزشتہ ہفتے لاہور میں عالمی پنجابی کانفرنس منعقد ہوئی جبکہ لاہور سے چند کلومیٹر دور مرید کے میں لشکر طیبہ کا اجتماع ہوا۔ یہ دونوں اجتماعات ایک ہی وقت میں شروع ہوئے اور ان میں زمینی فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن سوچ و بچار' افکار و نظریات' رنگ ڈھنگ اور گفت وشنید کے حوالہ سے دونوں کے درمیان بعد المشرقین تھا۔ عالمی پنجابی کانفرنس کے شرکاء خصوصاً منتظمین بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھانا چاہتے ہیں۔ وہ محبت بھری باتوں میں اس قدر آگے چلے گئے کہ انہیں تقسیم ہند بھی غلط نظر آنے لگی اور وہ اسے دیوار برلن قرار دے کر جغرافیائی سرحدوں کا جھنجٹ ہی ختم کرنے کی تبلیغ کرتے رہے۔ پھر یہ کہ وہ دن کو مادر پدر آزاد تقاریر کرتے اور راتوں کو رنگین بنایا جاتا رہا۔ بھارت سے ثقافتی طائفہ بھی آیا ہوا تھا لہٰذا جسم تھرکتے رہے اور محبت کے زمزمے بہتے رہے۔ رات کے ان پروگراموں کو دیکھنے لاہوریئے جوق در جوق ہوٹل پہنچ جاتے۔ لوگوں کے اسی ذوق وشوق کا حوالہ دیتے ہوئے کانفرنس کے منتظم اعلیٰ جناب فخر الزماں نے عالمی پنجابی کانفرنس کو انتہائی کامیاب قرار دیا۔ اور جو لوگ پاکستانیت یا اسلام کے حوالہ سے کانفرنس پر تنقید کر رہے تھے وہ ان پر خوب برسے۔ تلاوت کلام پاک سے آغاز نہ کرنے پر ہونے والی ایک اخباری تنقید کا جواب دیتے ہوئے ایک دانشور وصحافی حمید اختر نے کہا یہ ملک تلاوتوں کے لئے نہیں بنا۔ پاکستان کی پہلی قومی اسمبلی کا اجلاس جس میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بنفس نفیس موجود تھے اس اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے نہیں ہوا تھا۔

مرید کے میں ہونے والے لشکر طیبہ کے اجتماع میں محترم حافظ سعید صاحب نے مردوں کو داڑھی رکھنے اور عورتوں کو نقاب پہننے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور انقلاب کی راہ ہموار ہو گی۔ علاوہ ازیں کشمیر میں بھارتی فوجوں کے خلاف کارروائیاں تیز کرنے کا عزم کیا گیا اور مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل جہاد قرار دیا گیا۔ مقبوضہ کشمیر سے لشکر طیبہ کے کمانڈر نے بھی اجتماع سے پرجوش خطاب کیا۔

فخر الزماں کی عالمی پنجابی کانفرنس میں دین و مذہب سے جس طرح لاتعلقی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا' لہٰذا انہیں یہ بتانا کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے اور مسلمان زمین کے ساتھ بندھا ہوا نہیں ہے' بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔ "ماں بولی" سے دلی لگاؤ رکھنا اور روزمرہ زندگی میں اسے ابلاغ کا میڈیم بنانا وغیرہ اسلام کے نزدیک قطعاً قابل اعتراض نہیں البتہ اسلام اخوت کی بنیاد رنگ' نسل یا زبان کو قرار نہیں دیتا بلکہ دین کو قرار دیتا ہے۔ اسی لئے ہم نے ان سطور میں عرب نیشنلزم کو بھی پسندیدہ شے نہیں گردانا بلکہ افریقی ہو یا عربی' چینی ہو یا ہندوستانی

ابوالحسن

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لسانی بنیادوں پر اتحاد ویسے بھی قابل عمل نہیں ایک ہی زبان مختلف علاقوں کے لوگ مختلف انداز میں لکھتے پڑھتے اور بولتے ہیں۔ پنجابی زبان کا حال یہ ہے کہ چالیس پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر بدل جاتی ہے۔ گجرات' جہلم اور چکوال پنجاب میں واقع ہیں لیکن پنجاب کے دل لاہور سے بالکل مختلف پنجابی بولتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی پنجابی وسطی اور شمالی پنجاب کے لئے فارسی کے مانند ہے۔ مشرقی پنجاب جو تقسیم کے بعد تین حصوں میں بٹ چکا ہے ان حصوں میں مختلف قسم کی پنجابی بولی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ پنجابی جو پنجاب کے مختلف علاقوں میں مختلف ہے پنجابیوں کے اتحاد کا باعث کیسے بن سکتی ہے اور پنجابی ازم کو پروان کیسے چڑھائے گی۔

سوال یہ ہے کہ "ماں بولی" کی ترقی اور ترویج کے لئے کوشش کرنا اور اس کے ادیبوں' شاعروں اور نقادوں کی حوصلہ افزائی کرنے پر کون اعتراض کر سکتا ہے۔ پھر یہ کہ گھریلو اور قریبی ماحول کی زبان تو وہ ہوتی ہی ہے' کسی علاقے کی زبان کو اس علاقے کے لئے ذریعہ تعلیم بنانا بھی ایک اچھی روش ہے۔ یہاں تک کہ اگر ضلعی یا صوبائی سطح پر اسے سرکاری زبان بھی قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ لیکن اگر آپ زبان کے مسئلہ پر اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہب لوگوں کو تو دیگری و من دیگرم کہنا شروع کر دیں اور دشمن ملک اور غیر مذہب لوگوں کے زبان کی بنیاد پر صدقے واری جانے لگیں تو اسے جہالت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے اجتماعات میں بھارتی دانشوروں نے اپنی حکومت کی پالیسی اور اجتماعی رائے عامہ کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کی۔ لیکن پاکستان اس لحاظ سے انتہائی بدقسمت ملک ہے کہ اس کے سیاست دان اسے لوٹتے ہیں' اس کی اپنی فوج چار مرتبہ اسے فتح کر چکی ہے' اس کے دانشور اس کی جڑ پر کلہاڑا اچلاتے رہتے ہیں اور عوام تو پھر عوام ہیں ان کا تکیہ کلام "یہ پاکستان ہے اس میں سب جائز ہے" بن چکا ہے۔

لشکر طیبہ کا اجتماع جو انہی دنوں مرید کے میں منعقد ہوا اس میں تمام تر زور اس بات پر صرف ہوا ہے کہ بچے بچے کو کشمیر میں جہاد کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہئے اور بھارت کی تباہی و بربادی ہی سے پاکستان کا وجود برقرار رہ سکتا ہے۔ بھارت کشمیریوں پر جو ظلم وستم توڑ رہا ہے اور آزادی کی تحریک کو جس وحشیانہ انداز سے کچلنے کی کوشش کر رہا ہے اسے دیکھ کر وہ کونسا مسلمان ہوگا جس کا کلیجہ منہ کو نہ آتا ہوگا؟ اگر پاکستان ایک خالص اسلامی ریاست ہوتی تو یہاں کی حکومت کا فرض تھا کہ وہ کافروں کے ہاتھوں ستم اٹھانے والے ضعیف اور مجبور مسلمانوں کی کھلم کھلا اور سرعام حمایت اور عملی مدد کا اعلان کرتی اور اس کافر حکومت کے خلاف جو مسلمانوں پر ظلم توڑ رہی ہے جہاد کا اعلان کرتی تب یقیناً یہ جہاد فی سبیل اللہ ہوتا اور ہر پاکستانی کا ان کی عملی مدد کرنا فرض ہوتا۔ کشمیر میں اس وقت وہاں کے مسلمان جہاد حریت میں مصروف ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ انہیں آزادی کی نعمت سے نوازے۔ لیکن ہم لشکر طیبہ کے ذمہ دار حضرات کی توجہ اس طرف بھی مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ پاکستان جو ان کا اور ہمارا اپنا ملک ہے اسے حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لئے زبردست جدوجہد کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو مومنین صادق بنانے کی ضرورت ہے ان کی زندگیاں جو اسلام سے ہٹ چکی ہیں انہیں اسلام کی راہ پر لانے اور حقیقتاً اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی شدت سے ضرورت ہے۔ پھر ان مومنین کے ذریعے اس باطل نظام جو ہم پر مسلط ہے تہہ و بالا کر کے اسلام کا عادلانہ نظام رائج کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہمارے سر پر ہے۔ ہم اگر اپنے گھر سے نگاہیں ہٹا کر دوسری جگہوں پر جہاد کرتے رہے تو یہ جہاد اس معنی میں توبارآور ہو سکتا ہے کہ دشمن وہاں سے بھاگ جائے اور وہاں مسلمان خود حکمران بن جائیں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہائی ٹیک امریکہ اور طالبان

معزز قارئین! ''وہ آیا' اس نے دیکھا اور اس نے فتح کیا'' یہ اس کامیاب شخص کے لئے کہا جاتا ہے جو آتے ہی اپنی صلاحیتوں کے بل پر چھا جاتا ہے اور لوگوں کے اندر اپنی ساکھ بنالیتا ہے کہ اس شخص نے آتے ہی وہ کچھ کر دکھایا جس کی تمنا دل میں لئے بیشتر لوگ دنیا سے سدھار جاتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ اپنے عزائم پر ڈٹے رہتے ہیں اور آہستہ آہستہ منزل مقصود پر پہنچنے کی تگ و دو کرتے ہیں' ان کی راہ میں رکاوٹیں بھی زیادہ ہوتی ہیں لیکن وہ منزل مقصود پر پہنچ کر اپنا مقصد حاصل کر ہی لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یہ کہا جانا چاہئے کہ ''وہ آیا' اس نے دیکھا' حالات کا جائزہ لیا' اپنی صلاحیتوں کو پرکھا' منزل مقصود کی جانب پیش قدمی کی اور بالآخر اس نے اپنی منزل پالی''۔

گزشتہ کئی روز سے ایک نوجوان افغانی نمائندے سید رحمت اللہ ہاشمی نے اس مقولے پر پورے اترتے ہوئے امریکہ کے خواص و عام میں دھوم مچارکھی ہے۔ سید رحمت اللہ ہاشمی Roving Afghan Ambassador ہیں جنہوں نے اپنے حالیہ دورے میں امریکہ کے مختلف شہروں خصوصاً وسطی اور جنوبی کیلیفورنیا میں افغانستان کی صورت حال پر تفصیلی لیکچر دیئے ہیں اور لوگوں تک حقائق پہنچانے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ مکمل طالبان والے حلیے میں ملبوس یہ انتہائی بااعتماد نوجوان نہ صرف مغربی میڈیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی خوبصورت انگریزی میں انہیں لاجواب کرتے رہے بلکہ اس بات پر حیران بھی کرتے رہے کہ انہوں نے تعلیم کسی کیمبرج یا آکسفورڈ کے ادارے میں نہیں بلکہ پشاور کے قریب افغان کیمپ کے مدرسوں میں حاصل کی ہے اور چھ زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ ان کی انگریزی میں کہیں کوئی جھول نہیں پایا گیا۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ طالبان کے بتوں کو مسمار کرنے پر مغربی میڈیا بے چین ہوا تھا ہے جبکہ طالبان کا یہ قدم قابل ستائش ہے' قابل مذمت نہیں کیونکہ بدھ مت کے یہ سنگی مجسمے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی کھلی دعوت تھے۔

لیکن چونکہ مغرب کو صرف بتوں سے امیدیں ہیں لہٰذا افغان نمائندے کی یہاں آمد پر کئی تھنک ٹینک گروپ اور پریس ان سے ملنے کے لئے باقاعدہ دوڑ میں شریک تھے۔ ہر دانشور' سکالر اور پریس رپورٹر کا پہلا سوال بتوں ہی کے حوالے سے ہوتا رہا۔ سید رحمت اللہ ہاشمی نے انتہائی کرب کے ساتھ کہا کہ میں جہاں بھی جا رہا ہوں' جس سے بھی مل رہا ہوں مجھ سے یہی پوچھا جا رہا ہے کہ ہم نے بتوں کو کیوں مسمار کر ڈالا۔ کوئی افغانستان کی مشکلات پر نہ آج بات کرتا ہے اور نہ ہی ماضی میں اس پر کہیں کوئی پیش رفت ہوئی۔ انہوں نے شکایتاً کہا کہ میں مغربی میڈیا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے بتوں کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ آج افغانستان کو بتوں کے حوالے سے شناخت کیا جا رہا ہے۔

آج کل امریکہ کی افغانستان میں دلچسپی بتوں کے علاوہ حقوق نسواں سے بھی ہے۔ کئی مقامات پر امریکی خواتین نے سید رحمت اللہ ہاشمی کے خلاف مظاہرے کئے۔ چند خواتین نے ان کے سامنے جب افغانی طرز کے

رعنا ہاشم خان

برقعے پہن کر ہذیانی انداز میں چلانا شروع کیا تو افغان نمائندے نے انتہائی صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان خواتین کو سمجھایا کہ مجھے آپ کے شوہروں کے ساتھ دلی ہمدردی ہے لیکن ہم مسلمان اپنی خواتین کو عزت اور تحفظ فراہم کرتے ہیں' ہم ان کو فائٹر پائلٹ یا اشتہاری چیز نہیں بناتے۔ ہم ان کو وہ تمام تعلیم فراہم کر رہے ہیں جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ اور وہ ان تمام شعبوں میں کام کرتی ہیں جن کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم مخلوط تعلیم کے خلاف ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہم خواتین کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اس وقت ان کے لئے خاطر خواہ سکول نہ ہونا ہمارے وسائل کی کمی کے باعث ہے۔ اس کے باوجود ہم نے قندھار اور افغانستان کے دیگر شہروں میں میڈیکل سائنس کی فیکلٹیز قائم کی ہیں جن میں لڑکوں سے زیادہ لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ ہم سو فیصد صحیح ہیں' کوئی بھی نہیں کہہ سکتا' لیکن ہم راتوں رات سب کچھ حاصل بھی نہیں کر سکتے۔ دہشت گردی کے حوالے سے وہ یوں گویا ہوئے کہ امریکہ ہم کو اسامہ بن لادن کے حوالے سے دہشت گرد کہتا ہے' جبکہ کبھی بن لادن امریکہ کا ہیرو تھا۔ آج جب مطلب برآری ہو چکی ہے تو اسامہ بن لادن کے ساتھ ساتھ ہم سب پر بھی دہشت گردی کا ٹھپہ لگ چکا ہے۔ لیکن کیا امریکہ یہ بتانا پسند کرے گا کہ ۱۹۹۸ء میں افغانستان پر ہونے والا کروز میزائل کا حملہ کس زمرے میں آئے گا جس میں ۱۹ بے گناہ طلبہ مارے گئے' صرف اس شک کی بناء پر کہ امریکہ کو اسامہ پر شبہ تھا کہ وہ سفارت خانوں میں ہونے والے دھماکوں میں ملوث ہے۔ ہم پر ۷۵ میزائل مارے گئے۔ اگر آج ہم امریکہ پر ۷۵ میزائلوں سے حملہ کریں کہ ہم کو صرف شک کی بناء کسی کو مارنا ہے تو امریکہ یقیناً ہمارے خلاف اعلان جنگ کرے گا' جبکہ ہم نے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اب امریکہ بتائے دہشت گردی کی کیا تعریف ہے؟ افغانستان دہشت گردی کا اڈہ نہیں ہے۔ ہم تو ایک سوئی تک بنانے پر قادر نہیں ہیں' پھر بھلا دہشت گردی کیسے کر سکتے ہیں؟ دہشت گرد تو وہ ہوتے ہیں جو آئے دن زہریلے اور مہلک ہتھیار بنا کر اپنی دھاک بٹھا رہے ہیں۔ افغانستان میں بڑی طاقتوں نے جو کھیل کھیلا ہے آج پوری دنیا اس کے آئینے میں اپنی شکل دیکھ سکتی ہیں۔ اگر آئینے میں آپ کو اپنا چہرہ برا لگے گا تو یہ آئینے کا قصور نہیں ہوگا بلکہ آپ کا چہرہ ہی برا ہے۔ آج ہم پر پابندیاں لگا کر ہم کو مزید بے حال کیا جا رہا ہے' کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہمارے سات سو بچے موت کی سرد وادی میں اتر گئے لیکن میں دنیا کی سرد مہری پر حیران ہوں کہ اس پر کوئی آنکھ نم نہیں ہے' لیکن بے جان بتوں کی تباہی پر سب پریشان ہیں۔ ہم پر اقتصادی پابندیاں لگا کر ہمارا مستقبل تباہ کیا جا رہا ہے' لہٰذا اب ایسی دنیا کو جو ہمارے مستقبل سے بیگانہ ہے ہمارے ماضی سے بھی کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ آج ہر شخص یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے ان کی ثقافت تباہ کر دی' اور میں کہتا ہوں کہ کوئی ہم سے یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہے۔ سویڈن کی این جی او اور یونیسکو بتوں کی مرمت پر تو بھاری رقم خرچ کرنے کو تیار تھیں لیکن جب ہم نے چاہا کہ بے جان پتھروں پر خرچ کرنے کے بجائے اس پیسے کو معصوم بچوں کی جانیں ضائع ہونے سے بچانے پر لگا دیا جائے تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے پتھر دل میں بتوں کا درد تو جاگ اٹھا لیکن کبھی انہوں نے اس کے حل کے لئے آنے کی زحمت نہیں کی کہ ہمارے بچوں پر کیا گزر رہی ہے۔ چھ ملین پناہ گزین حشرات الارض کی طرح رہ رہے ہیں۔ افغانستان پر غربت عفریت بن کر مسلط ہے۔ بھوک' خشک سالی اور قحط کا گراف آسمان تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن اس بے حس دنیا کی بے حسی دیکھئے کہ او آئی سی اور کوفی عنان نے اس علاقے میں قدم رنجہ فرمایا تو پتھروں کے غم میں مبتلا ہو کر۔ ہم دنیا کے اس اقدام پر واقعی حیران ہیں۔ اگر ان کو ہمارے ماضی سے اتنی ہی دلچسپی ہے تو یہ ہمارا مستقبل تباہ کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ کوئی چیز ہمارے پائے استقلال میں لغزش کا باعث نہیں بن سکے گی۔ ہم یہ سمجھنے سے قطعی قاصر

ہیں کہ اگر ہم چور کا ہاتھ کاٹتے ہیں' شرعی حدود جاری کرتے ہیں' خواتین کو پردے کا پابند کرواتے ہیں تو مغربی میڈیا جس نے کبھی ہم کو تسلیم نہیں کیا' اس کو اس سے کیا سروکار ہے؟ یہ سب جو ہم کر رہے ہیں ۱۴۰۰ سال سے زائد عرصے سے ہمارے اسلامی قوانین ہیں۔ لہٰذا پابندیاں لگا کر اگر امریکہ سمجھتا ہے کہ وہ ہم کو ہمارے اصل مقصد سے ہٹا سکے گا تو میں آپ کو بتادوں یہ صرف خام خیالی ہے' ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ہاں' البتہ امریکہ میں جہاں معیشت ہی سب کچھ ہے ایسا ہو سکتا ہے' لیکن ہمارے یہاں نہیں۔ کیونکہ ہم اپنے نظریئے کو ہی سب کچھ گردانتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ موت زیادہ اچھی ہے جو کسی مقصد میں حاصل ہو بہ نسبت اس زندگی کے جو بلامقصد گزاری جائے۔ ہم کھلے دل و دماغ کے مالک ہیں' لہٰذا ہمارے دروازے ہر وقت مذاکرات کے لئے کھلے ہوتے ہیں' لیکن ہر جگہ ہمارے آفس بند کئے جا رہے ہیں' نیویارک میں بھی حال ہی میں ہمارا آفس بند کر دیا گیا ہے۔ ہم پر زندگی تنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے جبکہ ہم نے آپ کی زندگیوں کی خاطر افیون کی کاشت ختم کر دی اور آپ ہم پر عالمی پابندیاں لگا کر ہم کو اپنا تابع بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

معزز قارئین! یہ لیکچرز کئی جگہ دیئے گئے اور نہایت طویل دورانئے پر مشتمل رہے۔ لیکن امریکی عوام اب یہ جاننے کے لئے بے چین ہیں کہ آخر یہ طالبان ایسی کون سی ایسی مخلوق ہے جو کسی سے نہیں ڈرتی (سوائے اللہ کے!) کیونکہ عوام بھی اسلام اور طالبان کے بارے میں وہی کچھ جانتے ہیں جو یہاں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے۔ خاص طور پر اسامہ بن لادن اینڈ گروپ کے بارے میں ایف بی آئی کی حالیہ رپورٹ نے عوام میں کافی شہرت حاصل کی جس میں ایف بی آئی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ ایک شخص ہمارے لئے دردِ سر بن گیا ہے اور اس پراجیکٹ کو ہم اپنا سب سے مشکل اور طویل پراجیکٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح ملا محمد عمر جن کو پریس اس طرح لکھتا ہے کہ ۴۰ سالہ ملا محمد عمر اپنے آپ کو امیر المؤمنین یعنی **Leader of Muslims** کہلواتے ہیں' روسی سپاہیوں کی گولی کا نشانہ بننے والے' ان کی ایک آنکھ جو ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی ہے' یقیناً روس کی طرف سے ان کے لئے ایک یادگار تحفہ ہے۔ ایک آنکھ سے دنیا کو دیکھنے والے اس دیہاتی شخص نے جب لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ صرف اسلام ہی ان کی تمام مشکلات کا حل ہے تو طالبان نے کتابیں رکھ کر ہاتھوں میں کلاشنکوف اٹھا لی۔ اور آج تشدد پسندوں کا یہ گروپ سیاہ پگڑیاں پہنتا ہے اور کلاشنکوف سے کھیلتا ہے۔ وہ بت جو بدھ مت کے سنگ تراشوں نے آج سے تیرہ سو سال قبل پہاڑ تراش کر بنائے تھے اور جو امریکہ کے مجسمہ آزادی سے کہیں بلند تھے اور سات سو میل کے فاصلے سے دیکھے جا سکتے تھے طالبان رہنما ملا محمد عمر نے زمین بوس کر ڈالے۔

صحت مند معیشت کے مالک' اعلیٰ ٹیکنالوجی کمپیوٹر اور اس سے متعلقہ صنعتوں کا بادشاہ ہائی ٹیک **(High Tech)** امریکہ جہاں اسلام کے خلاف منفی تصورات اجاگر کرنے کے لئے ''مسلم دہشت گرد'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ بدنام کرنے کا کوئی موقع امریکی میڈیا ہاتھ سے نہیں جانے دیتا' بلکہ موقع میسر نہ آ سکے تو مواقع پیدا کر ڈالتا ہے۔ یہودی اور عیسائی دہشت گردوں سے صرف نظر کر کے اسلام کے بارے میں منفی نظریات کا پرچار کر کے امریکہ نے ایک طرح سے اسلام کے خلاف اپنا مشن قریب قریب مکمل کر لیا ہے اور آج مسلمانوں خصوصاً طالبان اور اسامہ بن لادن کے حوالے سے عام امریکی شہریوں میں بیزاری اور نفرت پائی جاتی ہے' جس کا مظاہرہ عموماً **Hate Crime** (جرم منافرت) کی صورت میں گاہے بگاہے ہوتا رہتا ہے۔ لیکن سید رحمت اللہ ہاشمی نے جس طرح افغانستان کی حقیقت پر پڑے پردے اٹھائے ہیں اور طالبان حکومت نے دنیا کے سامنے خم ٹھونک کر جس طرح بتوں کو ٹھکانے لگایا ہے اس سے امریکیوں میں افغانستان کے متعلق مزید جاننے کا رجحان جڑ پکڑ رہا ہے' لہٰذا اب امریکی عوام جاننا چاہتے ہیں کہ عراق میں بابل اور نینوا کی قدیم تہذیب پر بم برسانے والا امریکہ طالبان کی اس سرزمین کو بتوں سے پاک کئے جانے پر' جہاں بدھ مت کا کوئی پیروکار موجود نہیں' کیونکہ ماتم کناں ہے؟ وہ یہ بھی آج کل جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے کہ امریکہ کے چہیتے بھارت میں کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں نہ صرف بابری مسجد شہید ہو سکتی ہے بلکہ دہلی میں قطب مینار اور جامع مسجد کو نقصان پہنچانے کے ناپاک عزائم بھی پروان چڑھ سکتے ہیں؟ وہ یہ بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ بقول امریکی پریس ایک آنکھ والا دیہاتی ملا محمد عمر جو اپنے سخت رویئے کی بنا پر امریکہ کو ناپسند ہے' اس نے اپنے ملک میں تمام جیل حکام کو پابند کیا ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے رویئے کا برتاؤ کریں' ان کو ''السلام علیکم'' کہہ کر مخاطب کریں اور بغیر اُجرت کام نہ لیں' جبکہ امریکہ کی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ جس رویئے کا مظاہرہ ہوتا ہے وہ افریقی وحشی قبائل کو بھی شرما دے۔ اب وہ یہ سوال بھی کر رہے ہیں کہ افغانستان میں شدید سردی میں لاکھوں بے گھر افغان خواتین' بچے اور بیمار جب ناکافی لباس' غذا اور دوا کی بدولت ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کے منہ میں چلے گئے اس وقت اقوام عالم کہاں تھی؟ وہ اس پر بھی حیران ہیں کہ افغانستان جہاں جدید انڈسٹری اور انفرمیشن ٹیکنالوجی نہیں ہے' پیزا ہٹ کی لال چھت میکڈونلڈ کا پیلا ایم **(m)** اور برگر کنگ کا تاج بھی نظر نہیں آتا' حتیٰ کہ ریلوے ٹریک تک نہیں ہے' امریکہ کی ہزاروں میل لمبی سڑکوں جیسی چمکتی سڑکیں اور کروڑوں لش لش کرتی گاڑیاں بھی نہیں ہیں تو پھر آخر یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے پاس وہ کون سی پاور ہے جو یہ امریکہ جیسے مطلق العنان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں' لہٰذا اس وقت ٹی وی اور ریڈیو کے ٹاک شوز **(Talk Shows)** سے لے کر پرنٹ میڈیا تک اور انٹرنیٹ کے سروے کے مطابق اس وقت امریکیوں کی اکثریت جن ویب سائٹس کو دیکھ رہی ہے وہ تمام کی تمام افغانستان' طالبان اور اسلام سے متعلق ہیں۔ ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب امریکی عوام افغانوں کی ابراہیمی نظر' گفتار مجاہدانہ اور کردار قاہرانہ سے آگاہ ہو جائیں گے۔

ضرورت رشتہ

(۱) ۲۴ سالہ بچی (ہومیو ڈاکٹر) کے لئے مذہبی گھرانے سے رشتہ درکار ہے لڑکا برسر روزگار ہو۔ ذات کی قید نہیں۔

(۲) ۲۲ سالہ سید خاندان کی بچی (تعلیم انٹر) کے لئے مذہبی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ لڑکا برسر روزگار ہو یا کاروبار کرتا ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

(۳) ۲۱ سالہ تنظیمی رفیقہ کے لئے (ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں نمایاں کامیابی حاصل کر چکی ہیں) تنظیمی یا پھر دینی مزاج کے لڑکے کا رشتہ چاہئے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

(۴) ۳۰ سالہ رفیقہ تنظیم کے لئے رشتہ درکار ہے۔ ایسے مرد حضرات جو بیرون ملک رہتے ہوں وہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ رابطہ فون: **6304338**

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا ماہانہ

دعوت فورم

جمعہ ۲۰ / اپریل بوقت ۷ بجے شام

۸۶۶۔ این پونچھ روڈ' سمن آباد لاہور میں منعقد ہوگا

موضوع: اقبال اور افغانستان

زیر صدارت: ڈاکٹر وحید قریشی

دیگر مقررین:

☆ پروفیسر عبدالجبار شاکر' ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب

☆ ڈاکٹر معین نظامی' پروفیسر اورینٹل کالج (شعبہ فارسی)

ملا عبدالکریم شاہد' چیف کوآرڈینیٹر امارت اسلامی افغانستان

اسلامی ریاست میں عورتوں کے حقوق و فرائض

اسلامی ریاست میں جس طرح مردوں کو حقوق حاصل ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی حقوق حاصل ہیں اور جس طرح مردوں پر فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ بحیثیت شہری ایک مسلم اور ایک مسلمہ میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن دونوں کے حقوق و فرائض کی نوعیت میں کچھ اختلاف ہے اور یہ اختلاف دو اہم حقیقتوں پر مبنی ہے' جن کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

مساوات مرد و زن کا مغربی نظریہ ظلم ہے

اولاً یہ کہ اسلام مساوات مرد و زن کے اس مغربی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا جو عورت اور مرد کی صلاحیتوں میں سرے سے کوئی فرق نہیں کرتا اور دونوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں بالکل یکساں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسلام اس مساوات کو مساوات نہیں قرار دیتا' بلکہ اس کو ظلم قرار دیتا ہے' کیونکہ اول تو عورت اور مرد کے طبعی رجحانات و میلانات میں بڑا فرق ہے' دوسرے خاندان کی ذمہ داریوں کا ایک بہت بڑا بوجھ پہلے سے عورت کے اوپر لدا ہوا ہے' جس کو اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔ اس وجہ سے یہ بالکل خلاف انصاف ہے کہ اس کے اوپر ریاست کی ذمہ داریاں بھی بالکل مرد کے برابر لاد دی جائیں۔

مرد و خواتین کے لئے الگ الگ دائرہ کار

ثانیاً اسلام معاشرے کے اخلاقی تحفظ کے لئے دونوں جنسوں کو الگ الگ رکھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے نہایت تفصیل کے ساتھ پردہ کے احکام دیئے ہیں' اس وجہ سے اسلامی نظام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عورت اور مرد دونوں معاشی و سیاسی سرگرمیوں میں دوش بدوش حصہ لے سکیں' بلکہ وہ لازماً دونوں کے لئے الگ الگ دائرہ عمل معین کرتا ہے۔ یہ علیحدگی اخلاقی پہلو سے قطع نظر عورت کے حقوق کے تحفظ کے نقطہ نظر سے بھی منصفانہ ہے' کیونکہ مشترک دائرے کے اندر یہ لازمی ہے کہ مرد اپنی فطری برتری کی وجہ سے عورت پر حاوی رہے گا' جس کے سبب سے عورت کے حقوق تلف ہوں گے۔ اور اگر عورت کا دائرہ عمل الگ ہو تو اپنے دائرے کے اندر اس کو پوری خود مختاری حاصل رہے گی۔

ان دو اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اب آیئے عورت کے حقوق و فرائض پر غور کیجئے:

عورت کے حقوق

جہاں تک حقوق کا تعلق ہے' اسلامی ریاست عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں کرتی۔ چنانچہ:

۱) اسلامی ریاست ہر عورت کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔

۲) عورت اپنی ملکیت ذاتی (private property) رکھ سکے گی اور ریاست اس کے حق کی محافظ ہوگی۔

۳) شریعت نے عورت کو جو حقوق دے رکھے ہیں ریاست اس بات کی ذمہ دار ہوگی کہ ان حقوق سے بہرہ مند ہونے کے لئے عورت کو پوری آزادی حاصل رہے۔ رسم و رواج قسم کی چیزیں اس کی آزادی اور اس کے حقوق پر اثر انداز نہ ہو سکیں گی۔

۴) عورتوں کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔

مولانا امین احسن اصلاحی

۵) عورت کی شخصی آزادی بالکل محفوظ ہوگی۔ شریعت کی مقررہ پابندیوں کے سوا اور کوئی پابندی اس پر عائد نہیں کی جائے گی۔

۶) اسلام حدود کے اندر مسلک و مذہب اور رائے و خیال کی جو آزادی مردوں کو حاصل ہوگی وہ عورتوں کو بھی حاصل ہوگی۔

۷) عورت کو قانونی مساوات حاصل ہوگی' یعنی غربت و امارت اور شرافت و حقارت کی بناء پر قانون ایک عورت اور دوسری عورت میں کوئی فرق نہیں کرے گا۔

۸) نسل و نسب' غربت و امارت اور پیشہ وغیرہ کی بناء پر اسلامی ریاست میں کسی کو شریف اور کسی کو کمین نہیں قرار دیا جائے گا۔

۹) اسلامی بیت المال میں جس طرح مردوں کے حقوق ہوں گے اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہوں گے۔

۱۰) ہر حاجت مند عورت کی جملہ ضروریات کی کفالت ریاست کے ذمہ ہوگی۔

۱۱) بے لاگ اور بے معاوضہ انصاف حاصل کرنے کا انتظام جس طرح مردوں کے لئے ہوگا اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہوگا۔

۱۲) اگر کوئی عورت قرض چھوڑ کر مرے گی اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑے گی جس سے وہ قرض ادا کیا جا سکے تو ریاست اس کے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ دار ہوگی۔

۱۳) کسی عورت کو اطاعت الٰہی کے خلاف کسی بات کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

۱۴) ہر عورت کو ریاست کے بڑے سے بڑے حاکم سے درخواست و فریاد کرنے اور اس پر اعتراض و نکتہ چینی کا پورا حق ہوگا۔

عورت کی ذمہ داریاں

ان حقوق کے معاوضہ میں عورتوں پر ریاست سے متعلق مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

۱) سمع و طاعت

جس طرح مردوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ معروف میں اولی الامر کی پورے خلوص قلب کے ساتھ اطاعت کریں' اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ معروف کی حد تک اولی الامر کے احکام کی اطاعت کریں۔ اولی الامر کے احکام سے انحراف صرف اسی شکل میں جائز ہے جب ان کا حکم شریعت کے حکم کے خلاف ہو۔

۲) خیر خواہی و ہمدردی

جس طرح مردوں پر ریاست کی ہمدردی و خیر خواہی فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ اس ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات ریاست کے مفاد کے خلاف ہو اس سے احتراز کرے' جو بات ریاست کے لئے نافع ہو اس کو حسبۃً للہ انجام دینے کی کوشش کرے' محض ذاتی اغراض و فوائد کے لئے ریاست کے ساتھ دلچسپی نہ رکھے۔ جو مفید تجویز ذہن میں آئے اس سے کارکنوں کو برابر آگاہ کرتی رہے' اس کی قدر کی جائے یا نہ کی جائے۔ جو بات ریاست کے خلاف مفاد ہوتی دیکھے اس کو ہاتھ سے روک سکے تو روک دے' اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکنے کی کوشش کرے' اگر اس کی قابلیت نہ رکھتی ہو تو دل سے اس کو برا جانے۔ اپنی تنقید و احتساب میں بھی پوری مخلص ہو اور اگر ریاست کی کوئی خدمت اس کے سپرد کی جائے تو پوری راست بازی و دیانت کے ساتھ اسے خدا کی عبادت سمجھ کر انجام دے۔

۳) تعاون

عورتوں کیلئے ان کے حالات کے لحاظ سے کارکنان ریاست کے ساتھ تعاون کی مختلف شکلیں ہوں گی۔

ا) ریاست کی مجلس شوریٰ میں خود ان کی منتخب کردہ نمائندہ عورتیں ہوں گی جو عورتوں سے متعلق قوانین و اصلاحات کے بارے میں عورتوں کے نقطہ نظر سے حکومت کو آگاہ کرتی رہیں گی اور حکومت عورتوں سے متعلق مسائل

میں ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائے گی۔ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی نمائندہ کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے سوالات کئے اور پھر آنحضرت ﷺ نے کس طرح ان کو اپنا نمائندہ بنا کر عورتوں کے پاس بھیجا اور انہوں نے عورتوں کو آنحضرت ﷺ کے جوابات سے آگاہ کیا۔ اسی طرح شفاء ام سلیمان بن ابی حثمہ کے متعلق روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو مشورہ میں مقدم رکھتے تھے' ان کی آراء کو پسند فرماتے تھے' ان کو ترجیح دیتے تھے' اور بعض اوقات بازار (مارکیٹ) کے بعض معاملات کا انتظام بھی ان کے سپرد فرما دیتے تھے۔

ب) وہ سارے شعبے جو خاص عورتوں سے متعلق ہوں گے' مثلاً زنانہ کالج اور سکول' زنانہ ہسپتال' زنانہ پولیس' زنانہ فوجی تربیت کے مراکز وغیرہ یہ کلیتاً عورتوں کی نگرانی اور ان کے اہتمام میں ہوں گے۔ اسلامی نصب العین کے مطابق ان چیزوں کے چلانے کے لئے انہیں خودمختاری حاصل ہو گی۔

ج) حکومت مذکورہ شعبوں کے سوا دوسرے شعبوں میں بھی عورتوں کی خدمات سے فائدہ اٹھائے گی' بشرطیکہ وہ پردہ کے حدود کے احترام کے ساتھ انجام دی جا سکتی ہوں۔ جو عورتیں اپنی ذہانت و قابلیت کی بنا پر کسی مخصوص علم و فن میں مہارت اور کسی شعبہ زندگی کے معاملات میں بصیرت بہم پہنچائیں گی ان کو کام کرنے کا بھی پورا موقع دیا جائے گا اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی چیز مانع نہ ہو گی۔

۴) فوجی خدمات

فوجی خدمات میں براہ راست حصہ لینے اور فوج میں عملی شرکت کی ذمہ داری عورتوں پر اسلام میں نہیں ہے' لیکن ان کا اسلحہ کے استعمال' ہوائی حملہ کی صورت میں بچاؤ' فرسٹ ایڈ اور اس قسم کے دوسرے کاموں سے واقف رہنا ضروری ہے' اس لئے حکومت اس امر کا انتظام کرے گی کہ عورتیں اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان چیزوں کی ضروری تربیت حاصل کریں تاکہ اگر کوئی ناگہانی صورت پیش آ جائے تو عورتیں بھی ملک و ملت کی مدافعت اور جہاد کے اجر و ثواب میں شریک ہو سکیں۔

یہ سب کچھ اس غرض کے لئے کیا جائے گا کہ عورتیں فی الحقیقت اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے قابل ہوں' نہ اس لئے کہ انہیں بنا سجا کر مہمانوں کے سامنے تحفتاً پیش کیا جائے۔ اگر مقصود صرف ان قومی ضروریات کو پورا کرنا ہے جو عورتوں سے متعلق ہیں تو اسلام میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے' لیکن اگر مقصود کچھ اور ہے تو پھر کوئی اور راہ دیکھئے' اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اہالیانِ اسلام یومِ مئی کے بجائے یومِ خندق منائیں!

تحریر: حکیم افتخار یوسف زئی

یکم مئی کا دن ہر سال بڑی آب و تاب سے منایا جاتا ہے۔ شکاگو کے مزدوروں نے اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کی' پولیس نے گولی چلائی۔ جس کے نتیجے میں مزدور ہلاک ہو گئے۔ اگر اس میں یاد منانے کا کوئی پہلو ہے بھی تو شکاگو کے مزدوروں اور ان کے بھائی بندوں کے لئے' لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ شکاگو میں یوم مئی کی کوئی تقریب نہیں منائی جاتی تو پھر پاکستان میں اس دن کے منانے کا کیا جواز ہے۔ لیکن ہمارے سادہ لوح مزدوروں اور ان کے لیڈروں کا احساس کمتری تو دیکھیں کہ وہاں کے یہود و نصاریٰ کے فیصلوں کے سامنے آج تک بچھے جاتے ہیں۔

اگر مسلمان مزدوروں نے یوم مزدور منانا ہے تو "غزوہ خندق" یعنی "غزوہ احزاب" کے اس بابرکت دن کی یاد منائیں جس دن آنحضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے مزدور بن کر اپنے دست مبارک سے دوسروں کے ساتھ مل کر خود خندق کھودی تھی اور مزدور کے مقام کو سربلند کیا تھا ـــــ مزید بدقسمتی اور کم علمی کی بات یہ ہے کہ ہم ان غیر مسلم کافروں کو شہید کا درجہ دیتے ہیں' جبکہ شہادت صرف اور صرف مومن کی میراث ہے یہ دن کسی حوالے سے بھی مسلمانوں کا دن نہیں ہے۔

مزدوروں اور ہنرمندوں کو اسلام نے جتنا تحفظ دیا ہے کسی دوسرے مذہب اور قانون نے نہیں دیا کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی مزدوری ادا کرو اور بھائیوں جیسا سلوک کرو۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور احکامات خدا کے مطابق اسلامی طرز زندگی اور معاشرت اختیار کرنا فرض ہے۔ ۲۹ شوال ۵ ہجری کا غزوہ خندق ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں باہم مساوات اور یکجہتی کے اس عظیم دن کو منانا چاہئے۔ سابقہ دور میں کمیونسٹوں اور دہریوں کے اس سلسلہ کو کس مجبوری کے تحت اپنایا گیا اور نہ جانے کس کی خوشنودی کے لئے اب تک منایا جا رہا ہے۔ موجودہ حکومت کو یوم مئی کی اس بدعت کو دفن کر کے مزدوروں کے لئے یوم خندق منانے کا آغاز کر دینا چاہئے کاش ہم پیروی رسول ؐ کریں تاکہ رب جلیل کی رحمتوں سے نوازے جائیں۔ آمین۔

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ افغانستان

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور نائب امیر تنظیم حافظ عاکف سعید تنظیم اسلامی کے وفد کے ہمراہ ۱۵ اپریل کو ایک ہفتے کے دورے پر افغانستان تشریف لے گئے ہیں۔ جہاں امارت اسلامی افغانستان کے امیر ملا محمد عمر سمیت طالبان حکومت کے دیگر عہدیداران سے ملاقات کریں گے۔

انتقال پرملال

☆ اسرہ ٹیک سوسائٹی کے نقیب شاہد اقبال کے خالو ساجد اقبال امریکہ میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ اسرہ قرآن اکیڈمی نمبر ۲ کے نقیب عبدالمتین مجاہد کی پھوپھی جان خالق حقیقی سے جا ملی ہیں۔

☆ امریکہ سے آئے ہوئے ایک سالہ کورس کے طالب علم عدنان رحمٰن کے کزن انتقال فرما گئے ہیں۔

رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفر لھم وارحمھم وحاسبھم حساباً یسیراً

ضرورت رشتہ

متمول گھرانے کی ۲۱ سالہ' ایم اے (عربی) کی طالبہ کیلئے دینی مزاج کا حامل برسر روزگار' مناسب رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کے والد سرکاری ملازم (گریڈ ۱۹) اور تنظیم کے رفیق ہیں۔

رابطہ : معرفت سردار اعوان ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

غور طلب

شیطان نے انسان کی تعظیم نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس دشمن کو اپنا دشمن کہا اور اپنے دربار سے نکال دیا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ انسان اپنے دشمن کی تو فرمانبرداری کرتا ہے اور اپنے محسن کی نافرمانی۔ (مرسلہ: سید افتخار احمد)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

پاکستان میں نفاذ اسلام کے بغیر افغانستان سے الحاق نہیں ہو سکتا ○ امیر تنظیم اسلامی

افغانستان کی سرزمین میں پوشیدہ قیمتی معدنی ذخائر امام مہدی کی امانت ہیں ○ ڈاکٹر سلطان بشیر الدین

طالبان نے افغانستان میں جو امن قائم کیا ہے اس پر امریکہ اور اقوام متحدہ بھی پریشان ہے ○ مولانا مطیع اللہ

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے زیر اہتمام ۲۳ مارچ کو منعقد ہونے والے دعوت فورم کی رپورٹ

دعوت فورم کے سٹیج پر غازی وقاص احمد' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد' ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود اور مرزا ندیم بیگ بیٹھے ہیں

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے زیر اہتمام دعوت فورم کی ماہانہ نشست کا اہتمام باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ اس کے روح رواں امیر تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) جناب غازی وقاص احمد ہیں جو اپنی ٹیم کی مدد سے ہر ماہ لوگوں کو دینی' ملکی اور بین الاقوامی حالات وواقعات سے روشناس کرانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ۲۳ مارچ کو "اسلام' پاکستان اور افغانستان" کے موضوع پر دعوت فورم ہوا جس میں امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب' معروف ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود صاحب اور نمائندہ امارت اسلامیہ افغانستان برائے لاہور جناب مولانا مطیع اللہ انعام صاحب نے بطور مہمانان گرامی شرکت کی۔ تنظیم اسلامی کے شعلہ بیان مقرر مرزا ندیم بیگ صاحب سٹیج سیکرٹری تھے۔ ڈاکٹر بشیر الدین محمود صاحب نے اپنے خطاب میں بتایا کہ افغانستان کی حکومت کو امریکہ اور اقوام متحدہ کی اقتصادی پابندیوں سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ افغانستان کی سرزمین ان معدنی وسائل سے مالا مال

> **افغانستان تیل کے اعتبار سے آئندہ دوسرا سعودی عرب ہوگا۔ ڈاکٹر سلطان بشیر الدین**

ہے جنہیں اگر زمین کا پیٹ پھاڑ کر نکالا جائے تو ان سے نہ صرف افغانستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی امداد ہو سکتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ روس اور جرمنی کی رپورٹس کے مطابق افغانستان میں اتنا تیل اور گیس موجود ہے کہ آئندہ کا سعودی عرب افغانستان ہوگا اور صوبہ بلخ میں ۸ کنویں ایسے ہیں جن سے صدیوں تک اس کے اپنے پریشر سے تیل نکل سکتا ہے اور ماضی میں روس یہاں سے لاکھوں کیوبک گیس لے جاتا رہا ہے اور ۱۷ مقامات پر ۱۰ بلین ٹن سے زیادہ کے ذخائر موجود ہیں اور یہ دنیا کا سب سے عمدہ لوہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں صرف زمبیا میں کاپر ہے اور وہ بھی تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اگر اب کاپر ہے تو وہ صرف اور صرف افغانستان میں ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ غزنی میں ایک لاکھ ٹن سے زیادہ سونا ہے اور سونے کے علاوہ اللہ نے افغانستان کی سرزمین کو ایسے پتھروں سے نوازا ہے جو سونے میں تول کر بیچے جا سکتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کراچی کے جوہری نے افغانستان سے ایک پتھر ۱۰۰ ڈالر میں خریدا اور اس پتھر کو ہالینڈ میں ایک لاکھ ڈالر میں بیچا گیا جبکہ ہالینڈ کے تاجر نے اسے ایک ملین ڈالر میں فروخت کیا۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان اس اعتبار سے بھی واحد ملک ہے جہاں پر لیتھیم کے بے بہا ذخائر موجود ہیں اور موجودہ زمانے میں یہ توانائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ بجلی سے چلنے والی کاریں جہاز لیتھیم کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود صاحب نے کہا کہ افغانستان میں جو ذخائر ہیں یہ ان شاء اللہ امام مہدی کی امانت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کا کل رقبہ ۶ لاکھ ۵۲ ہزار مربع میل ہے جس میں زرعی زمین کا رقبہ ۱۱ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل ہے اور ایک ایسا کھیت ہے جو ۱۵۰ کلومیٹر لمبا اور ساڑھے تین کلومیٹر چوڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو بھی ڈیفالٹ ہو کر امریکہ سے بغاوت کا کلمہ سربلند کرنا چاہئے اور اپنی بیمار صنعتوں کو چلانا چاہئے تاکہ پاکستان بھی اکنامک پاور بن سکے۔

مولانا مطیع اللہ انعام صاحب نے اپنے خطاب کے ابتداء میں کہا کہ میری اردو کمزور ہے لہذا میں پشتو میں تقریر کروں گا اور ایک صاحب نے ان کی تقریر کا ترجمہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے افغانستان میں جو امن قائم کیا ہے اس پر امریکہ اور اقوام متحدہ بھی پریشان ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر طالبان حکومت برسر اقتدار نہ آتی تو طاغوتی طاقتوں نے اسے چار حصوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ ہم نے نہ صرف ملک کو تقسیم سے بچایا بلکہ قرآن وسنت کا مکمل نفاذ کیا۔ ۹۵ فیصد علاقے پر

> **طالبان نے برسر اقتدار آ کر افغانستان کو تقسیم ہونے سے بچالیا' مولانا مطیع اللہ انعام**

قبضہ کے بعد ہم نے سینماؤں کو مساجد میں تبدیل کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے افغانستان میں اسامہ بن لادن کو پناہ دے کر کوئی جرم نہیں کیا۔ اگر برطانیہ گستاخ دین اور گستاخ رسول سلمان رشدی لعنتی کو پناہ دے سکتا ہے تو افغانستان عرب مجاہد اسامہ بن لادن کو کیوں پناہ نہیں دے سکتا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے بدھ کے ۱۵۰۰ سال پرانے مجسمے توڑ کر اپنا دینی فرض سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک سپر پاور امریکہ' روس یا کوئی اور نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

دعوت فورم کے آخری مقرر امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ افغانستان کی پاک فضا سے استفادہ کے لئے میں ان شاء اللہ اپریل میں وہاں جا رہا ہوں۔ اس سے قبل مجھے گھٹنوں کی تکلیف

افغان سفارتخانے کے نمائندہ برائے لاہور مولانا مطیع اللہ انعام "افغانستان کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں

کی وجہ سے وہاں نہیں جا سکا تھا مگر اب میں سب کچھ جھیلوں اور برداشت کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ افغانستان سے ہمارا بہت گہرا رشتہ ہے کیونکہ جو بھی فاتحین، علماء اور مشائخ ہیں وہ افغانستان سے ہندوستان آئے اور صنم خانہ ہند کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے افغانستان کے حالات کے بارے میں سب سے زیادہ حیرانگی اس وقت ہوئی جب فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال افغانستان کا دورہ کر کے آئے تو ان کی مکمل قلب ماہیت ہو چکی تھی اور انہوں نے اکوڑہ خٹک کے مدرسے میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر افغانستان جیسا نظام دنیا کے چند اور مسلمان ملکوں میں قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے فرمایا کہ طالبان حکومت نے بتوں کو پاش پاش کر کے سنت انبیاء کی پیروی کے علاوہ محمود غزنوی کی بت شکنی کی بھی پیروی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ افغانستان سے جوڑ کے لئے ضروری ہے کہ ہم ملک میں اسلام کا نفاذ کریں۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا تو افغانستان سے جوڑ نہیں ہو سکتا۔

سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا ملک وقوم سے غداری

اور ایٹمی صلاحیت جیسی نعمت خداوندی کا کفر

کرنے کے مترادف ہے' ڈاکٹر اسرار

ہماری دینی جماعتیں ۱۹۵۱ء سے لے کر اب تک انتخابی سیاست میں حصہ لے کر جرم کی مرتکب ہو رہی ہیں اور اب موجودہ حکومت کے بلدیاتی نظام میں خواتین کو میدان میں لانا خاندانی نظام کو تباہ کرنے کے مترادف ہے مگر اب پھر دینی جماعتیں خاموش ہیں۔ انہوں نے ملکی حالات کے بارے میں کہا کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا ملک وقوم سے غداری کے مترادف ہے اور دستخط کے بدلے کسی قسم کی مالی امداد لینا ایٹمی صلاحیت جیسی نعمت خداوندی کا کفر کرنے کے مترادف ہے۔ فورم کا اختتام دعا پر ہوا' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دعا کرائی۔

(رپورٹ: عبدالمتین مجاہد)

بقیہ : تجزیہ

لیکن وہ بھی اسی طرح کے آزاد ہوں گے جیسے کہ ہم مادر پدر آزاد ہیں۔ مسلمان کہلانے کے باوجود اللہ رسول سے محض زبانی تعلق دُنیوی معاملات میں ایسے کرتوت کے یہود و ہنود شرمائیں وہ آزادی حاصل کر کے ہمارے نقش قدم پر چلے تو تباہی و بربادی کے سوا کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا پاکستان میں منکر کے خلاف جہاد ہماری ترجیح اول ہونی چاہئے۔ پاکستان جب حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست بن جائے گا تو کشمیر ہی کیا دنیا کے لئے ایک ماڈل ریاست کے طور پر سامنے آئے گا۔ پھر یہ کہ اسلام کا عادلانہ نظام اپنانے سے اسے جو ثمرات و برکات حاصل ہوں گی اور اسے جو استحکام حاصل ہوگا حافظ صاحب یقین کریں کشمیر پکے ہوئے پھل کی طرح پاکستان کی جھولی میں آ گرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی **محترم ڈاکٹر اسرار احمد** کی نئی کتاب

اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت'

اور موجودہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری

کے خاتمے کی صورت

جس میں محترم ڈاکٹر صاحب کی اس موضوع سے متعلق درج ذیل چار تحریریں شامل کی گئی ہیں

☆ اسلام اور سماجی انصاف ☆ پاکستان میں سماجی انصاف کا اولین تقاضا

☆ مسئلہ ملکیت زمین ☆ خلافت' ملوکیت اور جاگیرداری

عمدہ سفید کاغذ ——— کمپیوٹر کمپوزنگ ——— صفحات ۴۸ ——— قیمت: ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام تربیت گاہوں کا شیڈول

☆ ۱۶ تا ۲۱ مئی	الہدیٰ لائبریری' تالاب بازار' ٹوبہ ٹیک سنگھ	مبتدی تربیت گاہ
☆ ۲۰ تا ۲۶ مئی	مرکز تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو لاہور	ملتزم تربیت گاہ
☆ ۱۷ تا ۲۳ جون	دفتر حلقہ پنجاب شمالی' اسلام آباد	ملتزم/مبتدی

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام سودی نظام کے خلاف احتجاجی مظاہرے

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا مظاہرہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق تنظیم اسلامی پاکستان اس ملک میں فی الوقت جہاد باللسان کا فریضہ سر انجام دے رہی ہے اور اس کے لئے عوامی اجتماعات یعنی جلسوں، کارنر میٹنگز، ہینڈ بلز، اخباری بیانات اور احتجاجی مظاہروں کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

۱۳ اپریل کو تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام سود اور عالمی استعمار کے استحصالی اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے خلاف ملک گیر مظاہروں کا پروگرام طے پایا۔ اسی سلسلے میں تنظیم اسلامی لاہور نے باغ جناح سے گورنر ہاؤس تک مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کی قیادت امیر حلقہ لاہور جناب مرزا ایوب بیگ نے کی۔

ملک کے فوجی حکمرانوں کے آزادیٔ رائے کے دعووں کے باوجود ۱۳ اپریل کو باغ جناح پر پولیس نے قبضہ کر لیا اور مظاہرین سے کئی گنا زیادہ نفری باغ کے چاروں طرف تعینات کر دی گئی۔ باغ کے سب دروازے بند کر دیئے گئے اور رفقاء تنظیم اسلامی جب مظاہرے کے لئے جمع ہو کر گورنر ہاؤس کی جانب روانہ ہونے لگے تو پولیس نے مظاہرین کو آگے جانے سے روکا۔ اسی اثناء میں تنظیم اسلامی کی ایک گاڑی جس پر بینرز، جھنڈے اور لاؤڈ سپیکر نصب تھے جبری قبضہ کر کے کسی نامعلوم مقام کی جانب بھیج دی گئی۔

اس موقع پر تنظیم اسلامی کی قیادت نے فیصلہ کیا کہ پولیس جب تک گاڑی واپس نہیں کرتی اس وقت تک مظاہرہ جاری رہے گا اور گاڑی کی واپسی پر مظاہرین منتشر ہوں گے۔ اس دوران رفقاء تنظیم رب کی کبریائی کے نعروں سے ماحول کو گرماتے رہے۔ جب انتظامیہ نے گاڑی واپس کرنے سے انکار کیا تو امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ کے حکم پر رفقاء تنظیم قائداعظم لائبریری کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھ گئے اور درود شریف کا ورد شروع کر دیا اور پھر اپنا مطالبہ دہرایا کہ گاڑی واپس کر دیں تو ہم یہیں سے پرامن طور پر منتشر ہو جائیں گے۔

اس موقع پر مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے جناب مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ ساتھیو جو ملک ہم نے اللہ کے نام پر حاصل کیا تھا آج اس ملک میں اللہ سے بغاوت پر مبنی سودی نظام کے خلاف آواز اٹھانے والوں کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں اور ہمیں اللہ سے وفاداری کا موقع بھی نہیں دیا جا رہا جبکہ انتظامیہ اللہ کے باغیوں کے حکم کو پورا کر رہی ہے۔ ہم انتظامیہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں مظاہرہ کرنے دے کیونکہ ہمارا مظاہرہ پرامن ہوگا۔ تنظیم اسلامی کی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ ہمارے مظاہرین نے نہ کبھی ٹریفک میں رکاوٹ ڈالی نہ توڑ پھوڑ کی اور نہ کبھی سرکاری املاک کو نقصان پہنچایا۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد راقم نے بھی مظاہرین سے خطاب کیا۔

تنظیم اسلامی ضلع لاہور کے زیر اہتمام سودی نظام معیشت کے خلاف مظاہرے کے اختتام پر شرکاء دعا مانگ رہے ہیں۔ دوسری جانب پولیس مظاہرے کو روکنے کی کوشش کر رہی ہے

اس مظاہرے میں چند رفقاء کے رویوں کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو اس موقع پر تحمل کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ یہ سراسر نظم کی خلاف ورزی تھی۔ انہیں انتظامیہ کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا چاہئے تھا کہ جب ان کی طرف سے اسسٹنٹ کمشنر صاحب بات کرتے تھے تو انتظامیہ کے باقی اراکین یعنی مجسٹریٹ، ڈی آئی جی، ڈی ایس پی اور ایس ایچ او سمیت تمام سپاہی خاموش تھے مگر ہمارے بعض رفقاء کے صبر کے پیمانے لبریز ہو رہے تھے۔ ان رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ اپنے طرز عمل پر غور فرمائیں اور نظم کی خلاف ورزی پر اللہ سے معافی کے خواستگار ہوں۔ بہرحال قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد انتظامیہ نے تنظیم کی گاڑی، بینرز اور جھنڈے واپس کئے اور پھر قائداعظم لائبریری کے سامنے مظاہرہ کے بعد دعا ہوئی۔ امیر حلقہ نے دعا کرائی۔ دعا کے بعد یہ مظاہرہ پرامن طریقے سے اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: مرزا ندیم بیگ)

حلقہ سرحد شمالی وجنوبی کا مشترکہ مظاہرہ

مرکز کے فیصلہ کے مطابق سودی معیشت کے خلاف کل پاکستان سطح پر مظاہرہ ۱۳ اپریل بعد نماز جمعہ مسجد مہابت خان سے شروع ہوا۔ مسجد مہابت خان کے باہر انتظامیہ میں پولیس، اسسٹنٹ کمشنر اور مجسٹریٹ موجود تھے اور مظاہرہ کو محدود کرنے کے بارے میں دباؤ ڈال رہے تھے۔ کافی بحث کے بعد مظاہرہ کے نصف روٹ پر اتفاق ہوا اور پھر مظاہرہ شروع کیا گیا۔ یہ مظاہرہ متحرک شکل میں تھا، پلے کارڈز اور بینرز اٹھائے ہوئے تھا۔ اس مظاہرہ میں حلقہ سرحد شمالی (زیریں علاقے کے رفقاء) میں سے ۱۳ رفقاء نے تو محترم اظہار بختیار خلجی کی سرکردگی میں شرکت کی جبکہ حلقہ سرحد جنوبی کے کل ۲۵ رفقاء نے شرکت کی۔ اس طرح کل ۳۸ رفقاء نے اس مظاہرہ میں شرکت کی۔ ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ مظاہرہ کو طے شدہ مقام سے آگے چلانے کے لئے بھی دباؤ ڈالا گیا مگر اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کر کے مظاہرہ کو ختم کیا گیا۔ میڈیا نے مظاہرے کو نمایاں کوریج دی، اخبارات کے لئے پریس ریلیز جاری کیا گیا۔ مجموعی طور پر اس کو پروقار اور اچھا تاثر قائم کرنے والا مظاہرہ قرار دیا گیا۔

(رپورٹ: میجر فتح محمد)

حلقہ پنجاب غربی کی احتجاجی ریلی

ملک سے سودی معیشت کے خاتمہ کے لئے ۱۳ اپریل کو صبح ساڑھے دس بجے فیصل آباد میں دفتر حلقہ تنظیم اسلامی پنجاب غربی سے ایک احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ ریلی کے شرکاء سودی نظام معیشت کے خلاف تحریروں والے بینرز اٹھائے ہوئے سرکلر روڈ پر مارچ کرتے ہوئے ضلع کونسل کی جانب سے احاطہ کچہری میں ڈی سی آفس پہنچے۔ ڈی سی آفس میں سود کے خلاف یادداشت پیش کی گئی۔ اس سے پہلے مسئلے کو اجاگر کرنے کے لئے سرکلر روڈ پر واقع بینکوں میں بڑی تعداد میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ ریلی کو کامیابی سے منعقد کرنے میں فیصل آباد، سانگلہ ہل اور جڑانوالہ کے رفقاء تنظیم کے علاوہ علامہ محمد شریف قریشی، زاہد خان، ناصر عباس، رانا وحید اور قاری عابد صاحبان اور دوسرے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ (رپورٹ: محمد رشید عمر)

''لاہور کینٹ میں درس قرآن کا اجراء''

''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' کے مصداق نو تعمیر شدہ مکی مسجد لاہور کینٹ اسٹیشن پر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام ہفتہ وار درس قرآن کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ درس ہر بدھ وار کو بعد نماز عشاء ہوتا ہے۔ محمد مبشر صاحب حسب سابق مدرس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (رپورٹ: وسیم احمد)

percentage of political representation which is still a dream in almost all of the out side world to which our government wants to present itself as a "moderate state." We appreciate women's attempts to gain power within officially sanctioned political structure and their strategies aimed at empowerment for taking control of their lives by taking part with other in political and developmental activities and structures which affect them directly. But they must reconsider the social, economic and political cost of such a big change that has been forced on us overnight.

We cannot compare ourselves with the U.S. in any development related field, but lets compare ourselves with the U.S. in terms of female political representation. The figures are not that latest, but as of October 1990, women held only thirty-one, or 5.8 per cent, of all seats in both houses of the U.S. Congress, only two of the thirty-one women members of Congress served in the U.S. Senate. No body has ever asked: why there have not been any women head of state in the U.S. 225 years history?

In Japan, with a much liberal culture than ours, between the years 1952 and 1980, the proportion of women in parliament averaged a mere 3 percent. Sine 1980, however, when a proportional representation system was introduced in the Upper House, the number of candidates, as well as women elected increased significantly, but is still less than 6 per cent. Similarly, in the 1990 Greek parliamentary elections, only sixteen (5.3per cent) of the elected representatives were women. At the Euro-parliamentary elections of 1989, out of 26 members, only one was a woman (4.5 per cent). In the local elections of 1986, out of 303 mayors, there were only six women (1.9 per cent); among 5,697 community presidents only 30 were women (0.52 per cent); in municipal councils, out of 4,999 councilors only 412 were women (8.24 per cent); in community councils, out of 40,402 only 812 were women (2 per cent); and out of 303 presidents of municipal council only 4 were women (1.6 per cent).

Some of the proponents of 33% reserved seats for women across the board argue that significant number of tickets were allocated to women by British labour Party in the recent elections. However, they must not forget that from the mid seventies the EC has issued a series of directives aimed at enhancing equal employment and representation opportunities for women, but the British government

from 1979 has put up the stoutest resistance to these directives of any member country. Women representation in the British parliament has been notoriously low, less than 5 percent through the 1970s and only rising to 6.3 percent after the general election of 1987.

In short, at national level the 1990 figures of women in legislation as percentage of all elected officials in some leading countries are as follows: Canada 13.7%; Great Britain 6.3%; Greece 5.3%; India 5.8%; Japan 5.9%; Mexico 12%; Norway 35%; Poland 14.8%; Spain 7%; U.S. 5.4% and Uganda 14.4 per cent. The question is: why don't any of these countries reserve, or raise the number of reserve seats to 33% or more, so that the rest of the world shall consider them "moderate." The U.S. government, which leads in labeling others as "fundamentalist" and "terrorist" itself couldn't ratify the Equal Rights Amendment, which simply proclaimed that "equality of rights under the law shall not be denied or abridged by the United States, or any state on the account of sex." It was first proposed in 1923, gained political momentum, was approved by the Congress in 1972, and was sent to the states for ratification, but so far it has failed to be ratified by the necessary thirty-eight states.

The sum and substance is that instead of focusing on trivial objectives of making Pakistan a "moderate" state through 33% political representation, women groups should focus on the unimaginably low rate of women literacy and growing recognition that unless women enter into the formal political process, they can not effectively alter the obstacles that remain in their path to empowerment and solving women related issues. They must take politics to mean not only participation in the public sphere of government but also in such less traditional activities as involvement in social movements, local development projects, networking and informal coalition building, as well as the use of conventionally female activities.

To take charge of their own lives, 33% reserved seats for women across all elective bodies must not be a must - not at this stage in particular. A time for 33% representation would surely arrive and they would be able to bring into Pakistani politics specific set of values, experiences, and behaviours, which would eventually transform the agendas and structures, hopefully taking them in a real direction towards their empowerment. However, keeping the socio-political situation and results of the presents election in mind, one can clearly reach the conclusion that the government would do Pakistan and its public a favour if it stopped pressing the condition of 33% reserved seats for women.

VIEW POINT

Forcing too much too soon.

Abid Ullah Jan

The former State Minister for Women Development, Social Welfare and Special Development, Tahmina Daultana, once proposed "an increase in number of women seats from 20 to around 50" in the Local Bodies election. And this she stated would "make Pakistan a moderate state in the eyes of outside world and would enhance our national prestige." As a result of such concerted campaign from women activists like Tehmina Daultana and some donors from abroad, the government increased the number of women seats in Local Government election to 33 per cent of the total seats.

We have no quarrel with the increase in the number of reserved seats for women because all along the human history women have struggled hard to restore their position and mostly their efforts ended in smoke - two leaps upward and one back down. However we need to have a serious look at the pros and cones of the steps so far taken in this regard and find out if we really needed this quantum leap into the modern age. Pakistani women, undoubtedly, deserve reserved seats for equal political representation. However, a pragmatic approach in this direction was not need to be based on such a revolutionary approach.

Undoubtedly we are being pressurized from out side to bring our women to the public square. And women activists in this regard are being handsomely compensated to carryout such campaigns. Don't we need to compare what is being demanded from us with what is the reality on the grounds in the countries which are really pushing this agenda. In 225-YEAR history of the United States, only 18 women have served as governor and none have served as the President of the US. In 2001, only four women occupy the position of Governor - in Arizona, Delaware, New Hampshire, and Montana. Why are these numbers so low? No Taliban are ruling the US.

In the last National Assembly there were only six women out of a house of 217, which is just 2.8 per cent of the total seats. In the Senate, there are only two female members out of a house of 87, which is just 2.4 per cent. Similarly there was only one woman out of 483 membership of the four Provincial Assemblies, which is the least percentage of women representation at 0.2 per cent. Now, compare these figures with the utopian condition of the government of Pakistan to reserve 33% seats for women across all elective bodies. This peak percentage of political representation of women has never and nowhere been achieved in he world, except Norway. And of course, we are not living in Norway.

This 33% has been called "the minimum proportion necessary to enable women to play an effective role." Sure, this is a "minimum proportion" necessary for playing an effective role in promoting women's rights, but this is not minimum when we compare it with the so far proportions of male and female seats. This is tantamount to a revolution of its kind with which we would be able to lead the whole world, if not Norway. We have seen the results in Local Government elections where most of the women seat remained either vacant or occupied by women who remained unchallenged. What would be the effectiveness and performance of such an elected body?

We do not suggest that the public political domain in Pakistan should continue to be defined and controlled by men alone, but every new change must come with a pragmatic approach. Otherwise we would be back to the square one again, as in the degradation of her status, women herself somehow, consciously or unconsciously, has played a very significant role. Especially in the West on the pretext of freedom she has miserably dragged herself to the status of a fish on the hook. Women's so called victory is in fact a defeat of the worst kind. We can not follow the same disastrous path on the pretext of "making Pakistan a moderate state" as there is no fundamentalist, moderate or liberal Islamic state or Muslim. We must not confuse ourselves with the false notions of the Western propaganda. There are no shades in Islam; one is either a Muslim or a non-Muslim.

We cannot point our finger to Islam or Pakistan for exploitation of the women folk. Nor can we make Pakistan "moderate" or "liberal" by giving women such a high

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 13

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

✪ گواہی دینے والے کی عمر کیا ہونی چاہئے؟ ✪ کیا بینک کے سود کی رقم کسی غریب کو دینا جائز ہے؟
✪ معمولی قرض پر بھی تحریر اور گواہی ضروری ہے؟ ✪ کیا جبر و قدر کے مسئلہ پر گفتگو کی اجازت ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س : کیا معمولی قرض یعنی چند ہزار روپے پر بھی تحریر اور گواہی حاصل کرنا ضروری ہے؟

ج : چند ہزار روپے بھی معمولی بات نہیں ہوتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب جھگڑا ہوتا ہے تو چند روپوں پر قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ ویسے تو ہم عام حالات میں ایک دوسرے کے بھائی اور دوست ہوتے ہیں لیکن جب رقم کے لین دین پر جھگڑا ہوتا ہے تو معاملہ بہت دور نکل جاتا ہے اور نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا قرض لینے اور دینے والوں کو ہر حال میں لکھنا چاہئے۔

س : شہادت یا گواہی دینے والے کی عمر کی حد کیا ہونی چاہئے؟ کیا غیر مسلم کی شہادت قابل قبول ہو سکتی ہے؟

ج : شہادت یا گواہی دینے والے کو بالغ اور مسلمان ہونا چاہئے۔ گواہی کے ضمن میں قرآن مجید میں "رِجَالِکُمْ" (یعنی تمہارے مردوں میں سے) کا لفظ آیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ "کُمْ" کی ضمیر غیر مسلم کی طرف نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا گواہی دینے والے کو بالغ مسلمان ہونا چاہئے۔

س : اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے ہوئے سودے میں غلط بیانی کرے یا چیز ہلکی دے دے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی غلطیاں معاف کر دے گا تو کیا ایسا کرنا درست عمل ہے؟

ج : ایسا کرنا قطعاً درست اور جائز نہیں اور نہ ہی یہ کوئی چھوٹی غلطی ہے۔ کیونکہ جھوٹ اور دھوکہ کبائر یعنی بڑے گناہوں میں سے ہیں۔ لہٰذا ایسا طرز عمل کبھی اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

س : ایک بنک مینیجر کا کہنا ہے کہ اگر آپ اپنے سودی اکاؤنٹ کو کرنٹ اکاؤنٹ کرا دیں تو اس سے بنک کا پیٹ تو بھرے گا لیکن آپ کو سود کی رقم ملنی بند ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ سود کی رقم بنک کو چھوڑنے کے بجائے خود نکلوا کر کسی غریب آدمی کو دے دیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج : ایک زمانے میں بعض علماء کرام کی یہ رائے بھی تھی۔ خاص طور پر انگریز کے دور میں بعض علماء کرام کا فتویٰ تھا کہ بنک سے سود کی رقم لے کر کسی غریب آدمی کو دے دی جائے۔ کیونکہ اگر کوئی سود نہیں لیتا تھا تو بنک اس کو باقاعدہ اکاؤنٹ کرتے تھے اور اس کے بعد وہ رقم عیسائی مشنریز کو دے دی جاتی تھی جو کہ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ اس بناء پر علماء نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ بنک سے سود کی رقم لے کر کسی نیکی کے کام میں دے دینا چاہئے۔ تاہم علماء کا کہنا تھا کہ اسے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ اپنا مال ہے اور میں دے رہا ہوں تو مجھے کوئی اجر و ثواب ملنا چاہئے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ راہ چلتے ہوئے گندگی کی کوئی چھینٹ آپ کے کپڑوں پر آ گئی تھی تو آپ نے اس کو دھو دیا۔ اب جب کہ بنک نیشنلائزڈ ہیں اور کوئی شخص سود نہیں لیتا تو وہ حکومت کے پاس ہی رہتا ہے۔ اور حکومت چونکہ سب کی مشترکہ ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں کہ سود کی رقم بنک میں ہی چھوڑ دی جائے۔ اس سے یہ فائدہ تو ہوتا ہے کہ کم سے کم بنک میں کام کرنے والوں پر ایک تاثر پڑتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو حلال و حرام کے پابند ہیں، جو روپے پیسے کی لالچ کی وجہ سے سود نہیں لیتے۔ لہٰذا اگر آپ نے سود کی رقم بنک سے لے کر کسی غریب کو دے دی تو اس سے بنک والے یہی سمجھیں گے کہ آپ نے سود لیا ہے۔ لیکن سود کو گناہ اور حرام سمجھ کر بنک سے نہ لینے سے ایک خاموش تبلیغ ضرور ہوتی ہے۔

س : بعض علماء نے رہن رکھے ہوئے جانور کو چارہ کھلانے کے عوض اس کا دودھ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ براہِ کرم وضاحت کر دیجئے!

✪ **س** : فرض کیا کسی شخص سے میرا ادھار باقی تھا۔ اس نے مجھے رقم دینے کی بجائے کوئی چیز دے دی جو کہ رقم سے زیادہ مالیت کی ہے۔ کیا یہ سود ہو گا؟

✪ **ج** : آپ کی ڈیمانڈ کے بغیر آپ کا مقروض اگر کوئی چیز زیادہ دیتا ہے تو وہ سود نہیں۔ حضور ﷺ کا اپنا عمل یہ تھا کہ آپ جب قرض واپس کرتے تو اس میں کچھ اضافہ کر کے لوٹاتے تھے۔ یہ اضافہ نہ تو اس کی ڈیمانڈ پر کیا جاتا ہے، نہ اس کا حق ہے، اور نہ پہلے سے طے ہی ہوتا ہے لہٰذا یہ سود نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے کسی مزدور سے مزدوری کروائی اور جو سو روپے طے ہوئے تھے آپ نے سو کی بجائے اسے ایک سو دس روپے دے دیئے۔ یہ دس روپے آپ کی طرف سے اضافہ ہے اور یہ احسان کی ایک صورت جو اس کا حق نہیں۔

سوال : کیا جبر و قدر کے مسئلے پر بات چیت اور گفتگو کی جا سکتی ہے؟

جواب : جبر و قدر کے مسئلہ پر حضور ﷺ نے منع کیا ہے کہ اس پر گفتگو نہ کی جائے اس لئے کہ گفتگو اور بحث سے اس میں الجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی سمجھنا چاہے تو دوسری بات ہے۔ سمجھنے کا صرف ایک ہی نقطہ ہے وہ یہ کہ اللہ کو ہر شے کا علم ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کل کیا کروں گا لیکن اللہ کے علم میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پیشگی علم ہے پیشگی فیصلہ نہیں۔ ان دونوں میں فرق سمجھنے کیلئے ایک مثال نوٹ کیجئے۔ آپ نے ایک بچے کے سامنے کھلونا ڈالا' آپ کو پتہ ہے کہ یہ بچہ ضرور ہاتھ بڑھائے گا۔ لیکن واضح رہے کہ بچہ اپنی مرضی سے اس کھلونے کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے آپ کے جبر سے نہیں۔ البتہ آپ کو اندازہ تھا کہ بچے کی سرشت ایسی ہے یہ کھلونے کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ یہ آپ کا پیشگی علم ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ ہاتھ نہ بڑھائے اس کی توجہ کسی اور جانب ہو۔ آپ کا پیشگی علم اور اندازہ غلط ہو سکتا ہے ..... اللہ کا پیشگی علم غلط نہیں ہو سکتا' اسے سب کچھ معلوم ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنی آزاد مرضی سے کر رہا ہوں البتہ میری آزاد مرضی کے بعد اللہ کی مرضی ضروری ہے۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

سوال : کیا اللہ اور رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں سے میل جول رکھا جا سکتا ہے؟

جواب : جو لوگ کھلم کھلا منکرات اور فواحش میں مبتلا ہوں ان کے ساتھ ہماری دلی دوستی تو نہیں ہونی چاہئے' مزید یہ کہ ان کے ساتھ ہمارے مجلسی روابط بھی کم سے کم اور ناگزیر حد تک ہی ہونے چاہئیں۔ البتہ ان کے ساتھ ایک داعیانہ تعلق رکھا جا سکتا ہے کہ انہیں ان کے غلط کاموں پر متنبہ کرتے رہیں اور ان کو خیر کی دعوت دیتے رہیں۔ اس کام کے لئے تو ان کے ساتھ تھوڑا بہت میل جول کا معاملہ رکھا جائے' ورنہ نہیں۔

(مرتب: انور کمال میو)

تنظیم	اسلامی	کا پیغام
نظام	خلافت	کا قیام